ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

مارچ 2022ء - رجب المرجب 1443ھ (جلد 19 شمارہ 07)

ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

جلد 19 شمارہ 07

مارچ 2022ء - رجب المرجب 1443ھ

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت

مفتی محمد یونس — مفتی محمد ناصر — مولانا طارق محمود

فی شمارہ..................35روپے

سالانہ..................400روپے

پبلشرز

محمد رضوان

سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط وکتابت کا پتہ

ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959

راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر

محمد شرجیل جاوید چوہدری

ایڈووکیٹ ہائی کورٹ

0323-5555686

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 400 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ”التبلیغ“ حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہو جانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17

عقب پٹرول پمپ وچٹرا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5702840

www.idaraghufran.org

Email: idaraghufran@yahoo.com

www.facebook.com/Idara Ghufran

ترتیب وتحریر

صفحہ

آئینۂ احوال.......................تبلیغ کے رنگ میں تحقیر...............مفتی محمد رضوان 3

درسِ قرآن (سورہ آلِ عمران: قسط24)........................پسندیدہ چیز خرچ کیے بغیر''بِـرّ''

کا حصول ممکن نہیں..// // 7

درسِ حدیث .... برزخ وقبر کی حیات، اور جسم وروح کا تعلق (قسط5)....// // 20

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

افادات وملفوظات..// // 27

اخوتِ اسلامی کا تقاضہ...اخلاص وہمدردی............................مولانا شعیب احمد 33

ماہِ ذی الحجہ: دسویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات............مولانا طارق محمود 35

علم کے مینار: .... امت کے علماء وفقہاء (قسط13).......مفتی غلام بلال 37

تذکرۂ اولیاء:.....حضرت عمر کے دور میں ذمیوں کا جزیہ (پہلا حصہ)....مولانا محمد ریحان 43

پیارے بچو!..............................اچھی دوستی..........................// // 45

بزمِ خواتین ....وراثت میں خواتین کے حقوق واختیارات (آخری حصہ).....مفتی طلحہ مدثر 47

آپ کے دینی مسائل کا حل...''عمل بالحدیث'' کا حکم (قسط13)...ادارہ 55

کیاآپ جانتے ہیں؟... صفاتِ باری تعالیٰ اور علامہ ابنِ تیمیہ.... مفتی محمد رضوان 71

عبرت کدہ .... بنی اسرائیل کی نافرمانی کا انجام.........مولانا طارق محمود 85

طب وصحت............................انجیر......................حکیم مفتی محمد ناصر 88

اخبارِ ادارہ .... ادارہ کے شب وروز.............................// // 90

اخبارِ عالم ...... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں...........مولانا غلام بلال 91

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئینۂ احوال　　　　مفتی محمد رضوان

تبلیغ کے رنگ میں تحقیر

جب سے ہمارے یہاں میڈیا کی مادر پدر آزادی کا دور دورہ شروع ہوا، اس وقت سے ہم نے دیکھا کہ رفتہ رفتہ دوسرے مسلمان کی تحقیر، بہتان والزام تراشی، غیبت، تجسس، عیب جوئی، عیب گوئی، برے القابات سے پکارنا، اور دوسرے کا تمسخر واستہزاء وغیرہ جیسے سنگین گناہوں کی معاشرہ میں بھر مار ہوگئی، اور ان گناہوں کے ناسور سے اہلِ علم واہلِ دین کا بڑا طبقہ بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا، جس نے تبلیغ وتقریر اور وعظ ونصیحت کے عنوان سے اس طرح کے کئی سنگین گناہوں کو اپنا لیا۔

ہمارے یہاں روزمرہ کے اخبارات، ٹیلی ویژن، انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کے پروگرامز، مذکورہ اور ان جیسے دوسرے سنگین گناہوں سے بھرے ہوئے ملتے ہیں، جن میں کسی پر بہتان والزام لگایا جاتا ہے، کسی کا تمسخر واستہزاء کیا جاتا ہے، کسی کے واقعی عیب کو بیان ونشر کیا جاتا ہے، جو غیبت کے زمرہ میں آتا ہے، اور استہزاء وتمسخر اور غیبت وغیرہ کا ارتکاب، جس طرح زبان کے ذریعہ ہوتا ہے، اسی طرح فعل کے ذریعہ بھی ہوسکتا ہے، مثلاً کسی شخص کا مصنوعی حلیہ، یعنی ڈمّی بنا کر اس کے قول وفعل کی نقل اتاری جائے، اور اس کا تمسخر واستہزاء کیا جائے، جس میں دوسرے کی تحقیر بھی یقینی طور پر لازم آتی ہے، اور اس طرح کے پروگراموں کو آج کل میڈیا پر بہت پذیرائی حاصل ہے۔

اور میڈیا کے ذریعہ جس طریقہ سے ان گناہوں کو نشر کیا جاتا ہے، یا اس طرح کے پروگرامز اور کلپس (Clips) بنا کر، سوشل میڈیا کے ذریعے دوسروں تک پہنچائے جاتے ہیں، اس میں ظاہر ہے کہ یہ گناہ اجتماعی نوعیت کے گناہوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں، اور جو چیز انفرادی طور پر گناہ ہے، اس کو اجتماعی طور پر کرنے کی سنگینی میں اضافہ ہوجاتا ہے، اور تبلیغ کے عنوان سے تحقیر کا گناہ لازم آتا ہے۔

اور اس طرح لوگوں کو اندازہ بھی نہیں ہو پاتا کہ خالی ایک پروگرام، یا کلپ کتنے بڑے بڑے اور اجتماعی نوعیت کے گناہوں کی شکل اختیار کر چکا ہے، جو انسان کی آخرت کی تباہی کا بہت بڑا سامان ہے۔

www.idaraghufran.org

پھر مذکورہ اوران جیسی حرکات وسکنات کا سنگین گناہ ہونا تو اپنی جگہ ہے ہی، اسی کے ساتھ مذکورہ گناہوں کی وجہ سے باہم حسد وتحاسد، کینہ وکپٹ، بغض وعداوت، منافرت ومباعدت، گالم گلوچ، لڑائی جھگڑے اورقتل وقتال وغیرہ جیسے گناہوں اور فسادوں کی آگ بھڑکتی ہے، اور دوسری طرف سے پلٹ کران گناہوں کا وارکرنے کی نوبت بھی آتی ہے، اوراس کے نتیجہ میں پورا معاشرہ مختلف فتنوں اورفسادات کی لپیٹ میں آجاتا ہے۔

اور ہم نے دیکھا کہ اس طرح کے پروگراموں کو میڈیا پر ایک ایسا طبقہ بھی سنتا اور دیکھتا ہے کہ جو اپنے آپ کو معاشرہ میں دینی ومذہبی طبقہ میں شمار کرتا ہے، بلکہ یہ طبقہ خود سے بھی سوشل میڈیا کے ذریعہ بعض اوقات اس قسم کے گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے، اور دوسرے کی تحقیر وتذلیل، عیب جوئی، عیب گوئی، بہتان والزام تراشی، غیبت وغیرہ کو دینی اعتبار سے تبلیغ اور ثواب کا عمل شمار کرتا ہے، جو ’’کریلا اور نیم چڑھا‘‘ کا مصداق ہے۔

اس صورتِ حال کے نتیجہ میں مختلف اشخاص وافراد، اور مسالک ومذاہب اور جماعتوں کے مابین تحاسد وتباغض، کینہ وکپٹ، غیبت والزام تراشی، اور منافرت ومباعدت اور سب وشتم کا بازار گرم اور طرح طرح کے فتنے رونما ہورہے ہیں، ہر جگہ دوسرے کی عزت وآبرو، ایمان تک سے کھیلنا، فاسق وفاجر، کافر، مرتد، اور زندیق کے القاب سے نوازنا، ایک مذاق بن کررہ گیا ہے۔

اوراس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں بیان کردہ وہ منظر ہمارے سامنے ہے، جو چودہ سو سال قبل بیان کیا گیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

بَيْنَمَا نَحْنُ حَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذْ ذَكَرُوا الْفِتْنَةَ أَوْ ذُكِرَتْ عِنْدَهُ - فَقَالَ : إِذَا رَأَيْتَ النَّاسَ قَدْ مَرِجَتْ عُهُوْدُهُمْ، وَخَفَّتْ أَمَانَاتُهُمْ، وَكَانُوْا هٰكَذَا، وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ، قَالَ : فَقُمْتُ إِلَيْهِ، فَقُلْتُ لَهُ : كَيْفَ أَفْعَلُ عِنْدَ ذٰلِكَ، جَعَلَنِيَ اللّٰهُ فِدَاكَ؟ قَالَ : اِلْزَمْ بَيْتَكَ، وَامْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ، وَخُذْ مَا تَعْرِفُ، وَدَعْ مَا تُنْكِرُ، وَعَلَيْكَ بِأَمْرِ

خَاصَّةِ نَفْسِكَ، وَدَعْ عَنْكَ أَمْرَ الْعَامَّةِ(مسند أحمد، رقم الحديث ٦٩٨٧) [1]

ترجمہ:اس دوران کہ ہم رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے،لوگوں نے فتنہ کا ذکر کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے فتنہ کا ذکر کیا گیا،تو رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آپ لوگوں کو دیکھیں، کہ ان کے عہد فاسد ہوگئے ہیں (یعنی عہد معاہدوں کی پاس داری نہیں رہی) اور ان کی امانتیں ہلکی ہوگئیں (یعنی لوگوں نے مال، یا عہدہ وغیرہ سے متعلق امانتوں کی اہمیت کو ہلکا سمجھ لیا، اور ان میں خیانت شروع کردی) اورلوگ اس طرح (خلط ملط اور گتھم گتھا) ہوگئے، اور (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات فرماتے وقت) اپنی اُنگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کرلیا (یعنی آپس میں بغض وعداوت اور تحاسد وتباغض وغیرہ کی رسہ کشی ہوگئی) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (یہ بات سن کر) میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اُٹھ کر گیا، اور میں نے عرض کیا کہ ایسے وقت، میں کیا طرزِ عمل اختیار کروں، اللہ مجھے آپ پر فِدا کرے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ اپنے گھر کو لازم پکڑلیں (یعنی لوگوں سے الگ تھلگ ہوکر گھر میں رہنے کا اہتمام کریں، بغیر سخت ضرورت کے باہر نہ نکلیں، اوردوسرے لوگوں کے معاملات وحالات میں نہ پڑیں) اور اپنی زبان کو اپنے قابو میں رکھیں (اپنی زبان اور قلم کو دوسروں کے خلاف استعمال نہ کریں) اور جس چیز کو آپ معروف (اچھا ونیک) سمجھیں، اُسے اختیار کرلیں، اور جس چیز کو آپ منکَر (بُرا وگناہ) سمجھیں، اُسے چھوڑ دیں، اور صرف اپنی ذات کے معاملہ کو اپنے اوپر لازم رکھیں (یعنی اپنے کام سے کام رکھیں) اور عام لوگوں کے معاملے کو اپنے سے چھوڑ دیں (مسند احمد)

عام لوگوں کے معاملہ کو اپنے سے چھوڑنے میں، میڈیا کے مذکورہ پروگراموں سے علیٰحدگی بھی داخل ہے، اوراس قسم کے مذکورہ پروگراموں پر مثبت ومنفی کومنٹس (Comments) کرنے سے

[1] قال شعيب الأرنؤوط : إسناده صحيح، رجاله رجال الصحيح غير هلال بن خباب، فقد روى له أصحاب السنن، وهو ثقة.(حاشية مسند احمد)

کنارہ کشی اختیار کرنا بھی، عام لوگوں کے معاملہ کو اپنے سے چھوڑ دینے کا محفوظ راستہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : سَتَکُوْنُ فِتَنٌ کَرِیَاحِ الصَّیْفِ، اَلْقَاعِدُ فِیْھَا خَیْرٌ مِّنَ الْقَائِمِ، وَالْقَائِمُ خَیْرٌ مِّنَ الْمَاشِیْ، مَنِ اسْتَشْرَفَ لَھَا، اِسْتَشْرَفَتْہُ (ابن حبان، رقم الحدیث ۵۹۵۹، باب ماجاء فی الفتن) [1]

ترجمہ: رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب تیز ترین ہواؤں کی طرح فتنے رونما ہوں گے، جن میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا، اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا، جو اُن فتنوں میں جھانکے گا، تو فتنہ اُس کو جھانک لے گا (یعنی اُس کو بھی کسی درجہ میں فتنہ پہنچ جائے گا) (ابنِ حبان)

آج کل کا میڈیا، ان فتنوں میں جھانکنے کا کردار ادا کروا رہا ہے، جس کی پرواز تیز ترین ہواؤں کی طرح، بلکہ ہواؤں کے دوش پر ہی قائم ہے۔

اس لیے میڈیا کے اس طرزِ عمل کی کسی طرح حوصلہ افزائی نہیں کی جاسکتی، جس کا نام تو ذرائع ابلاغ رکھا جائے، اور اس کو "تبلیغ" کا مبارک عنوان دیا جائے، لیکن اس عنوان کے ذریعہ تحقیر وتذلیل، تمسخر واستہزاء، بہتان، الزام تراشی، عیب جوئی وعیب گوئی، اور غیبت وغیرہ جیسے گناہوں کو اختیار کر کے پورے معاشرہ کو دنگے فساد کی آگ میں جھونک دیا جائے۔

اور ہمیں تعجب ہے کہ جو حضرات ذرا ذرا سے فروعی نوعیت کے راجح مرجوح اور افضل غیر افضل کے شرعی مسائل پر دن رات زور دیتے ہیں، جن پر اس حیثیت سے شریعت کی طرف سے زور نہیں دیا گیا، وہ حضرات بھی مذکورہ بالا نوعیت کے گناہوں کی دلدل میں پھنسے نظر آتے ہیں، جن کا درجہ نہ اس طرح کے فروعی واجتہادی مسائل کی نوعیت کا ہے، اور نہ ہی راجح مرجوح اور افضل وغیر افضل کا اختلاف ہے، بلکہ ان کے گناہ ہونے پر امت کے تمام مذاہب ومسالک کا اتفاق واجماع ہے۔

اللہ اس طرزِ عمل سے حفاظت فرمائے۔ آمین۔

---

[1] قال شعیب الأرنؤوط : إسنادہ صحیح علی شرط مسلم (حاشیۃ ابن حبان)

www.idaraghufran.org

درسِ قرآن (سورہ آلِ عمران: قسط 24، آیت نمبر 92 تا 95) مفتی محمد رضوان

پسندیدہ چیز خرچ کیے بغیر ''بِرّ'' کا حصول ممکن نہیں

لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰى تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ شَىۡءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيۡمٌ (92) كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسۡرَآءِيۡلُ عَلٰى نَفۡسِهٖ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تُنَزَّلَ التَّوۡرٰٮةُ ؕ قُلۡ فَاۡتُوۡا بِالتَّوۡرٰٮةِ فَاتۡلُوۡهَاۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ (93) فَمَنِ افۡتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الۡكَذِبَ مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ (94) قُلۡ صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُوۡا مِلَّةَ اِبۡرٰهِيۡمَ حَنِيۡفًا وَمَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ (95) (سورۃ آلِ عمران، رقم الآیات 92 الیٰ 95)

ترجمہ: ہرگز حاصل نہیں کرو گے تم نیکی کو، یہاں تک کہ خرچ کرو تم، اس میں سے کہ محبت کرتے ہو تم، اور جو خرچ کرو گے تم کوئی چیز، تو بے شک اللہ اس کو خوب جاننے والا ہے (92) تمام کھانے تھے، حلال، بنی اسرائیل کے لیے، مگر جو حرام کر لیے تھے، اسرائیل نے اپنے نفس پر، اس سے قبل کہ نازل کی جاتی، توراۃ، کہہ دیجئے آپ کہ لے آؤ تم توراۃ کو، پھر تلاوت کرو تم اس کی، اگر ہو تم سچے (93) پس جو گھڑے اللہ پر جھوٹ کو اس کے بعد، تو وہ لوگ ہی ظلم کرنے والے ہیں (94) کہہ دیجئے آپ کہ سچ فرمایا اللہ نے، پس اتباع کرو تم ابراہیم کے مذہب کی جو یکسو تھے، اور نہیں تھے وہ، مشرکوں میں سے (95)

تفسیر وتشریح

سورہ آلِ عمران کی مذکورہ آیات میں سے پہلی آیت میں یہ فرمایا گیا کہ:

''لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰى تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ شَىۡءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيۡمٌ''

''ہرگز حاصل نہیں کرو گے تم نیکی کو، یہاں تک کہ خرچ کرو تم، اس میں سے کہ محبت کرتے ہو تم، اور جو خرچ کرو گے تم کوئی چیز، تو بے شک اللہ اس کو خوب جاننے والا ہے''

www.idaraghufran.org

مطلب یہ ہے کہ اللہ کی رضاء کے لیے جو مال زکاۃ وصدقات وغیرہ کے عنوان سے خرچ کیا جائے، اس میں نیکی وثواب کو پانے کے لیے ضروری ہے کہ اس مال سے انسان کو محبت ہو، ایسا نہ ہو کہ سر سے ٹالنے کے لیے بے کار، ناقص، یا خراب چیز کا انتخاب کرو، جیسا کہ قرآن مجید کی دوسری آیت میں اس مضمون کو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ:

یـآ اَیُّهَـا الَّـذِیْـنَ آمَنُوْا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبَاتِ مَا کَسَبْتُمْ وَمِمَّا اَخْرَجْنَا لَکُمْ مِنَ الْاَرْضِ ،وَلَا تَیَـمَّـمُوا الْخَبِیْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِیْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِیْهِ(سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ ۲۶۷)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے! خرچ کرو تم، ان پاکیزہ چیزوں میں سے جن کو تم نے کمایا، اوران چیزوں میں سے جن کو نکالا ہم نے تمہارے لیے زمین سے، اور نہ ارادہ کرو تم خبیث کا اس میں سے، کہ اس کو خرچ کرو تم، اور تم خود نہیں لوگے اس (خبیث) کو مگر یہ کہ تم چشم پوشی کرو، اس میں (سورہ بقرہ)

اور ایک دوسری آیت میں ارشاد ہے کہ:

وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ (سورۃ الانسان، رقم الآیۃ ۸)

ترجمہ: وہ کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت کے باوجود (سورہ انسان)

پھر جو مال جتنا زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہوگا، اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی فضیلت اتنی ہی زیادہ ہوگی، اور محبوب وپسندشدہ سارا مال خرچ کرنا ضروری نہیں، بلکہ اس میں سے جتنا حسبِ توفیق وحسبِ استطاعت ممکن ہو، اس سے بھی مذکورہ فضیلت حاصل ہو جائے گی۔

مذکورہ آیت میں ''بِر'' کا لفظ استعمال ہوا ہے، جس میں ''باء'' کے نیچے ''زیر'' ہے، یہ لفظ قرآن مجید کی دوسری آیات میں بھی استعمال ہوا ہے، جو عام طور سے ''نیکی'' کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔

سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گزر چکا ہے کہ:

لَیْـسَ الْبِـرَّ اَنْ تُـوَلُّـوْا وُجُوْهَکُمْ قِـبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِکَةِ وَالْکِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّهٖ ذَوِی الْـقُـرْبٰـی وَالْیَـتٰـمٰـی وَالْـمَسٰـکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی

الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا، وَاُولٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ (سورة البقرة، رقم الآية ١٧٧)

ترجمہ: نیکی یہی نہیں ہے کہ تم پھیرلو اپنے چہروں کو مشرق اور مغرب کی طرف، لیکن نیکی تو یہ ہے کہ جو ایمان لائے اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور فرشتوں پر اور (اللہ کی) کتابوں پر اور نبیوں پر اور عطاء کرے مال کو، اس کی محبت ہوتے ہوئے، رشتہ داروں کو اور یتیموں کو اور مسکینوں کو اور مسافر کو اور سائلوں کو اور گردنیں چھڑانے میں اور قائم کرے نماز کو اور اداء کرے زکاۃ کو اور پورا کرنے والے ہوں، لوگوں کے عہد کو جب عہد کریں اور صبر کرنے والے ہوں، تنگ دستی میں اور تکلیف میں اور لڑائی کے وقت، یہی لوگ سچے ہیں، اور یہی لوگ متقی ہیں (سورہ بقرہ)

مذکورہ آیت میں بھی ''بِر'' و نیکی بیان کرتے ہوئے مال کی محبت کی قید لگائی گئی ہے، جس سے وہی مال کا پسند ہونا مراد ہے، جس کا اوپر ذکر گزرا۔

اور سورہ بقرہ میں ہی یہ بھی گزر چکا ہے کہ:

وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى (سورة البقرة، رقم الآية ١٨٩)

ترجمہ: اور ''بِر'' (یعنی نیکی) یہ نہیں ہے کہ تم آؤ گھروں میں ان کی پشت کی طرف سے، اور لیکن نیکی یہ ہے کہ جو تقویٰ اختیار کرے (سورہ بقرہ)

اور سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (سورة المائدة، رقم الآية ٢)

ترجمہ: اور تعاون کرو تم نیکی اور تقویٰ پر، اور نہ تعاون کرو تم گناہ اور زیادتی پر (سورہ بقرہ)

مذکورہ آیت میں ''بِر'' کا لفظ ''اِثم'' یعنی ''گناہ'' کے مقابلہ میں استعمال ہوا ہے۔

اور لفظ ''بَر'' باء پر ''زبر'' کے ساتھ ''نیکی کرنے والے'' کے معنیٰ میں آتا ہے، جس کی جمع ''ابرار''

آتی ہے،جس کا قرآن مجید کی مختلف آیات میں ذکر ہے۔

چنانچہ سورہ مریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَبَرًّا بِوَالِدَيْهِ(سورة مريم،رقم الآية ۱۴)

ترجمہ:اور(یحییٰ) نیکی کرنے والا تھا،اپنے والدین کے ساتھ(سورہ مریم)

اور سورہ مریم میں ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ فرمان مذکور ہے کہ:

وَبَرًّا بِوَالِدَتِي(سورة مريم،رقم الآية ۳۲)

ترجمہ:(اور مجھے بنایا) نیکی کرنے والا اپنی والدہ کے ساتھ(سورہ مریم)

اور سورہ آلِ عمران میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ (آلِ عمران،رقم الآية ۱۹۳)

ترجمہ:اور وفات دیجئے ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ(سورہ آلِ عمران)

اور سورہ انسان میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّ الْأَبْرَارَ يَشْرَبُونَ مِنْ كَأْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُورًا (سورة الإنسان،رقم الآية ۵)

ترجمہ: بے شک نیک لوگ پئیں گے پیالے سے،جس میں کافور کی آمیزش ہو گی(سورہ انسان)

اور سورہ انفطاء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ.وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ (سورة الإنفطار،رقم الآية ۱۳و۱۴)

ترجمہ:بے شک نیک لوگ یقیناً نعمت میں ہوں گے۔اور بے شک گناہ گار یقیناً جہنم میں ہوں گے(سورہ انفطار)

مذکورہ آیت میں''ابرار'' کا لفظ''فجار''یعنی''گناہ گار لوگوں'' کے مقابلہ میں استعمال ہوا ہے۔

اور سورہ مطففین میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ (سورة المطففين،رقم الآية ۷)

ترجمہ:بے شک گناہ گاروں کی کتاب یقیناً سجین میں ہے(سورہ مطففین)

اور سورہ مطففین میں ہی آگے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّ كِتٰبَ الۡاَبۡرَارِ لَفِىۡ عِلِّيِّيۡنَ (سورة المطففين،رقم الآية ١٨)

ترجمہ: بے شک نیک لوگوں کی کتاب یقیناً علیین میں ہے(سورہ مطففین)

احادیث میں بھی''بِر'' کا لفظ''فجور'' کے مقابلے میں استعمال ہوا ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِىْ إِلَى الْبِرِّ، وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِىْ إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتّٰى يُكْتَبَ صِدِّيْقًا، وَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِىْ إِلَى الْفُجُوْرِ، وَإِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِىْ إِلَى النَّارِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتّٰى يُكْتَبَ كَذَّابًا (مسلم،رقم الحديث ٢٦٠٧ "١٠٣" كتاب البر والصلة والآداب، بخارى، رقم الحديث ٦٠٩٤)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سچ، بِر (یعنی نیکی و بھلائی) کی طرف ہدایت دیتا ہے، اور بِر (یعنی نیکی و بھلائی) جنت کی طرف ہدایت دیتی ہے، اور آدمی سچ بولتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اُس کو صدیق لکھ دیا جاتا ہے؛ اور جھوٹ''فجور''(یعنی گناہ) کی طرف لے جاتا ہے، اور''فجور''(یعنی گناہ) جہنّم کی طرف لے جاتا ہے، اور آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اُس کو اللہ کے یہاں کذّاب لکھ دیا جاتا ہے(مسلم؛ بخاری)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:اَلْبِرُّ لَا يَبْلٰى، وَالْإِثْمُ لَا يُنْسٰى (مسند أبى حنيفة رواية الحصكفى، رقم الرواية ١٧)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نیکی بوسیدہ نہیں ہوتی (یعنی اس کا ثواب ضائع نہیں ہوتا، اور وہ قدیم زمانہ گزر کر بھی اللہ کے نزدیک باقی رہتا ہے)، اور گناہ بھلایا نہیں جاتا (یعنی رب تعالیٰ کو بندہ کا گناہ یاد ہوتا ہے، اگرچہ توبہ وغیرہ سے اس کا گناہ معاف ہوجاتا ہے)(مسندابی حنیفۃ)

مذکورہ حدیث میں''بِر'' کا لفظ''اثم''یعنی گناہ کے مقابلے میں استعمال ہوا ہے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا ایمانی جذبہ یہ تھا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے

کسی حکم کے سامنے آنے کے بعد اس کی تعمیل میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔

سورہ آلِ عمران کی مذکورہ آیت نازل ہونے کے بعد انہوں نے اس پر عمل کرنے میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ أَبُوْ طَلْحَةَ أَكْثَرَ الْأَنْصَارِ بِالْمَدِيْنَةِ مَالًا مِنْ نَخْلٍ، وَكَانَ أَحَبُّ أَمْوَالِهٖ إِلَيْهِ بَيْرُحَاءَ، وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ، وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَاءٍ فِيْهَا طَيِّبٍ، قَالَ أَنَسٌ: فَلَمَّا أُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ: "لَنْ تَنَالُوْا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ" قَامَ أَبُوْ طَلْحَةَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَقُوْلُ: "لَنْ تَنَالُوْا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ" وَإِنَّ أَحَبَّ أَمْوَالِيْ إِلَيَّ بَيْرُحَاءَ، وَإِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلّٰهِ، أَرْجُوْ بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللّٰهِ، فَضَعْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ حَيْثُ أَرَاكَ اللّٰهُ، قَالَ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَخٍ، ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ، ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ، وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ، وَإِنِّيْ أَرٰى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْأَقْرَبِيْنَ فَقَالَ أَبُوْ طَلْحَةَ: أَفْعَلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَقَسَمَهَا أَبُوْ طَلْحَةَ فِيْ أَقَارِبِهٖ وَبَنِيْ عَمِّهٖ (صحيح البخاری، رقم الحديث ۱۴۶۱)

ترجمہ: مدینہ کے انصار میں ابوطلحہ زیادہ مالدار تھے، ان کے پاس کھجوروں کے باغ تھے، اور ان کو اپنے تمام مالوں میں "بیـرحـاء" نام کا باغ بہت زیادہ پسندیدہ تھا، اس باغ کا رُخ مسجدِ نبوی کی طرف تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں جاتے اور وہاں کا پاکیزہ پانی پیا کرتے تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب (سورہ آلِ عمران کی) یہ آیت نازل ہوئی کہ "لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ" یعنی ("ہرگز حاصل نہیں کرو گے تم نیکی کو، یہاں تک کہ خرچ کرو تم، اس میں سے کہ محبت کرتے ہو تم") حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ، رسول اللہ کے پاس پہنچے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ حکم فرمایا ہے کہ "لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى

تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ''اور میرے تمام مالوں میں''بیرحاء'' مجھے سب سے زیادہ پسندیدہ ہے،اور وہ اللہ کی راہ میں صدقہ ہے، میں اس کے''بِرّ''اور ذخیرہ کی اللہ کے ہاں امید رکھتا ہوں، اس لئے اے اللہ کے رسول! آپ اسے رکھ لیجیے، جہاں آپ مناسب سمجھیں،اس کو استعمال کر لیجیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہت اچھا! یہ تو مفید مال ہے، یہ تو نفع والا مال ہے،اور جو آپ نے کہا، میں نے سن لیا، میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ تم اسے رشتہ داروں میں تقسیم کردو،ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول میں ایسا ہی کروں گا، چنانچہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے (ضرورت مند) رشتہ داروں اور چچازاد بھائیوں میں تقسیم کردیا(بخاری)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

لَمَّا نَزَلَتْ:لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ،وَ مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا،قَالَ أَبُوْ طَلْحَةَ:یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ حَائِطِیَ الَّذِیْ بِمَكَانِ كَذَا وَكَذَا، وَاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْتُ أَنْ أُسِرَّهَا لَمْ أُعْلِنْهَا ،فَقَالَ: اِجْعَلْهُ فِیْ فُقَرَاءِ أَهْلِكَ (مسند احمد، رقم الحديث ۱۲۱۴۴ ،سنن الترمذی، رقم الحديث ۲۹۹۷)

ترجمہ: جب(سورہ آلِ عمران کی) یہ آیت نازل ہوئی کہ''لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ''(یعنی''ہرگز حاصل نہیں کروگے تم نیکی کو، یہاں تک کہ خرچ کروتم،اس میں سے کہ محبت کرتے ہوتم'')اور سورہ بقرہ کی یہ آیت نازل ہوئی کہ''مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ''(یعنی''کون ہے وہ جو قرض دے اللہ کو،اچھا قرض'')تو حضرت ابوطلحہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میرا وہ باغ جو فلاں مقام پر ہے،صدقہ ہے،اللہ کی قسم! اگر میں اس کی استطاعت رکھتا کہ اسے چھپاؤں،تو میں اس کو ظاہر نہ کرتا،تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو اپنے گھر والوں (یعنی رشتہ داروں) میں سے غریب لوگوں کو دے دو(مسند احمد،ترمذی)

ایک واقعہ کا دو آیتوں کے نازل ہونے کے بعد واقع ہونا ممکن ہے۔

www.idaraghufran.org

اورحضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

لَـمَّا نَزَلَتْ ”لَـنْ تَـنَـالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ “ قَـالَ أَبُو طَلْحَةَ: يَا رَسُـولَ الـلَّـهِ، أَرَى رَبَّنَا يَسْأَلُنَا مِنْ أَمْوَالِنَا، فَإِنِّي أُشْهِدُكَ أَنِّي قَدْ جَعَلْتُ أَرْضِي بِـأَرِيـحَاءَ لَهُ ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اجْعَلْهَا فِـي قَـرَابَتِكَ، فَـقَسَـمَهَـا بَيْنَ حَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ، وَأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ (سنن ابی داود،رقم الحديث ١٦٨٩ ،باب في صلة الرحم)

ترجمہ: جب (سورہ آلِ عمران کی) یہ آیت نال ہوئی ”لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِـمَّـا تُـحِبُّوْنَ “یعنی (”ہرگز حاصل نہیں کروگے تم نیکی کو، یہاں تک کہ خرچ کروتم، اس میں سے کہ محبت کرتے ہوتم“) تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں سمجھتا ہوں کہ ہمارارب ہم سے ہمارے مالوں کا طالب ہے،لہٰذا میں آپ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اپنی زمین جو مقام ”اریحا“ میں ہے،صدقہ کردی ہے،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو اپنے قرابت داروں میں تقسیم کردو،تو حضرت ابوطلحہ نے وہ زمین حضرت حسان بن ثابت اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما کے درمیان تقسیم کردی (سنن ابی داؤد)

اس سے معلوم ہوا کہ محبوب وپسندیدہ مال کو، یا اس میں سے حسبِ توفیق جتنا ہوسکے،اتنا خرچ کرنا عظیم فضیلت کا باعث ہے،اگرچہ ایسی چیز کا خرچ کرنا کہ جو اپنی ضرورت کی نہ ہو،اور وہ غریب کی ضرورت کی ہو،اس کو خرچ کرنا بھی ثواب سے خالی نہیں۔

اسی لیے آگے فرمایا کہ: ”وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ“

”اور جو خرچ کروگے تم کوئی چیز،تو بے شک اللہ اس کو خوب جاننے والا ہے“

مطلب یہ ہے کہ تم جیسی بھی چیز خرچ کروگے،اللہ کو اس کا اور تمہارے دلوں کا حال خوب معلوم ہے، وہ اس کے مطابق ہی اجروثواب عطاء فرمائے گا۔

سورہ آلِ عمران کی مذکورہ آیات میں سے دوسری آیت میں یہ فرمایا گیا کہ:

”كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِیْٓ اِسْرَآئِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآئِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ

قَبۡلِ اَنۡ تُنَزَّلَ التَّوۡرٰىةُ ۚ قُلۡ فَاۡتُوۡا بِالتَّوۡرٰىةِ فَاتۡلُوۡهَآ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ‘‘

’’تمام کھانے تھے،حلال، بنی اسرائیل کے لیے،مگر جوحرام کرلیے تھے،اسرائیل نے اپنے نفس پر،اس سے قبل کہ نازل کی جاتی،توراۃ، کہہ دیجئے آپ کہ لے آ ؤتم توراۃ کو، پھر تلاوت کروتم اس کی،اگر ہوتم سچے‘‘

مطلب یہ ہے کہ یہود جو یہ کہتے تھے کہ بنی اسرائیل پر بہت سے کھانے کی چیزیں حرام تھیں، یہ بات غلط ہے،توراۃ کے نازل ہونے تک بنی اسرائیل پرتو تمام کھانے کی چیزیں حلال تھیں،سوائے اس چیز کے،جس کواسرائیل،یعنی حضرت یعقوب نے خاص وجہ سے اپنے لیےممنوع قراردیا تھا،اوراس کی تصدیق کے لیےتوراۃ کولےکرآ ؤ،اگرتم سچے ہو،کیونکہ اس میں یہ بات صاف طور پرموجود ہے۔ بعض احادیث میں اس کی تفصیل آئی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

حَضَرَتْ عِصَابَةٌ مِنَ الْيَهُودِ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا :يَا أَبَا الْقَاسِمِ، حَدِّثْنَا عَنْ خِلَالٍ نَسْأَلُكَ عَنْهَا، لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا نَبِيٌّ، فَكَانَ فِيمَا سَأَلُوهُ أَيُّ الطَّعَامِ حَرَّمَ إِسْرَائِيلُ عَلَى نَفْسِهِ قَبْلَ أَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرَاةُ؟ قَالَ " :فَأَنْشُدُكُمْ بِاللهِ الَّذِي أَنْزَلَ التَّوْرَاةَ عَلَى مُوسَى، هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّ إِسْرَائِيلَ يَعْقُوبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَرِضَ مَرَضًا شَدِيدًا فَطَالَ سَقَمُهُ، فَنَذَرَ لِلَّهِ نَذْرًا لَئِنْ شَفَاهُ اللهُ مِنْ سَقَمِهِ، لَيُحَرِّمَنَّ أَحَبَّ الشَّرَابِ إِلَيْهِ، وَأَحَبَّ الطَّعَامِ إِلَيْهِ، فَكَانَ أَحَبَّ الطَّعَامِ إِلَيْهِ، لُحْمَانُ الْإِبِلِ، وَأَحَبَّ الشَّرَابِ إِلَيْهِ أَلْبَانُهَا؟ "فَقَالُوا :اللهُمَّ نَعَمْ(مسند احمد، رقم الحديث ٢٤٧١)

ترجمہ: یہودیوں کا ایک وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا،اور کہنے لگا کہ اے ابوالقاسم! ہم آپ سے چند باتیں پوچھنا چاہتے ہیں،آپ ہمیں ان کا جواب دیجئے کیونکہ انہیں کوئی نبی ہی جان سکتا ہے،اس کے بعدانہوں نے جوسوالات کیئے،ان میں ایک سوال یہ تھا کہ توراۃ کے نازل ہونے سے پہلے اسرائیل نے اپنے اوپر کون سا کھانا حرام کرلیا تھا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں اس

اللہ کی قسم دیتا ہوں، جس نے حضرت موسیٰ پر توراۃ کو نازل کیا تھا، کیا تم نہیں جانتے کہ ایک مرتبہ اسرائیل یعنی حضرت یعقوب بہت شدید بیمار ہوگئے تھے، ان کی بیماری نے جب طول پکڑا، تو انہوں نے اللہ کے نام کی نذرومنت مان لی کہ اگر اللہ نے انہیں ان کی اس بیماری سے شفاء عطاء فرمادی، تو وہ اپنی سب سے محبوب پینے کی چیز، اور سب سے محبوب کھانے کی چیز کو اپنے اوپر حرام کرلیں گے، اور ان کو کھانے کی چیزوں میں سب سے زیادہ اونٹ کا گوشت پسند تھا، اور پینے کی چیزوں میں اونٹنی کا دودھ پسند تھا؟ یہودیوں نے کہا کہ اللہ کی قسم! یہ واقعہ اسی طرح ہے (مسند احمد)

اور ''مستدرک حاکم'' میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ إِسْرَائِيلَ، أَخَذَهُ عِرْقُ النَّسَا فَكَانَ يَبِيتُ وَلَهُ زُقَاءٌ، قَالَ :فَجَعَلَ إِنْ شَفَاهُ اللَّهُ أَنْ لَا يَأْكُلَ لَحْمًا فِيهِ عُرُوقٌ، قَالَ فَحَرَّمَتْهُ الْيَهُودُ "فَنَزَلَتْ ''كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِبَنِي إِسْرَائِيلَ إِلَّا مَا حَرَّمَ إِسْرَائِيلُ عَلَى نَفْسِهِ، مِنْ قَبْلِ أَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرَاةُ، قُلْ فَأْتُوا بِالتَّوْرَاةِ فَاتْلُوهَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ'' إِنَّ هَذَا كَانَ قَبْلَ التَّوْرَاةِ (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۳۱۵۲)

ترجمہ: حضرت یعقوب کو ''عرق النسا'' کی بیماری لاحق ہوئی، تو وہ رات تکلیف میں گزارتے تھے، ایک مرتبہ انہوں نے کہا کہ اگر اللہ نے ان کو شفاء دے دی، تو وہ ایسا گوشت نہیں کھائیں گے، جس میں رگیں ہوں، حضرت ابنِ عباس فرماتے ہیں کہ پھر اس کو یہودیوں نے اپنے اوپر حرام کرلیا، پھر اللہ تعالیٰ نے (سورہ آلِ عمران کی) یہ آیت نازل فرمائی ''كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ '' حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ توراۃ نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے (مستدرک حاکم)

اس سے معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل نے خود سے، اپنے اوپر بہت سی حلال چیزوں کو حرام کرلیا تھا۔ اور کسی چیز کو حرام، یا حلال قرار دینے کا اختیار، اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے، اپنی طرف سے کسی حلال چیز کو حرام

قرار دینا، گناہ ہے، پھر اس کی نسبت اللہ کی طرف کرنا، یہ دوسرا بڑا گناہ، اور اللہ پر جھوٹ باندھنا ہے۔

اسی لیے پھر اس کے بعد سورہ آلِ عمران کی مذکورہ آیات میں سے تیسری آیت میں یہ فرمایا گیا کہ:

”فَمَنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ“

”پس جو گھڑے اللہ پر جھوٹ کو اس کے بعد، تو وہ لوگ ہی ظلم کرنے والے ہیں“

سورہ نحل میں بھی اپنی طرف سے کسی چیز کو حلال، یا حرام قرار دینے کو، اللہ پر جھوٹ باندھنا اور کامیابی سے محروم ہونا بتلایا گیا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے کہ:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَی اللّٰهِ الْكَذِبَ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ (سورة النحل، رقم الآية ١١٦)

ترجمہ: اور نہ کہو تم اس وجہ سے کہ تمہاری زبان سے یہ بات نکلے کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے، تاکہ تم اللہ پر جھوٹ باندھو، بے شک جو لوگ جھوٹ باندھتے ہیں اللہ پر، وہ ہرگز کامیاب نہیں ہوں گے (سورہ نحل)

بنی اسرائیل کی اس بغاوت کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر سختی ہوئی، اور پھر ان پر بعض چیزوں کو اللہ کی طرف سے بھی حرام قرار دے دیا گیا، جیسا کہ سورہ انعام میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَعَلَی الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ (سورة الانعام، رقم الآية ١٤٦)

ترجمہ: اور ان لوگوں پر جو یہودی تھے، حرام کر دیا ہم نے ہر ناخن والا جانور، اور گائیوں اور بکریوں میں سے حرام کر دیا ہم نے ان پر، ان دونوں کی چربیاں، مگر جو اٹھایا ہو ان دونوں کی پیٹھوں نے، یا انتڑیوں نے، یا جو ملی ہو ہڈی کے ساتھ، یہ ہم نے بدلہ دیا ہم نے ان کو، ان کی سرکشی کا، اور بے شک ہم یقیناً سچے ہیں (سورہ انعام)

سورہ آلِ عمران کی مذکورہ آیات میں سے چوتھی آیت میں یہ فرمایا گیا کہ:

”قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ“

''کہہ دیجئے آپ کہ سچ فرمایا اللہ نے، پس اتباع کرو تم ابراہیم کے مذہب کی جو یکسو تھے، اور نہیں تھے وہ مشرکوں میں سے''

مطلب یہ ہے کہ خود سے حلال چیزوں کو حرام کر کے، اور اوپر سے شرک کا ارتکاب کر کے، اس کی نسبت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف کرنا، اور یہ کہنا کہ یہ کام تو حضرت ابراہیم کے دور سے چلے آ رہے ہیں، یہ غلط اور جھوٹ بات ہے، اور اللہ نے جو فرمایا، وہ سچ ہے۔

اس طرح کا مضمون اس سے پہلے، ان الفاظ میں بھی گزر چکا ہے کہ:

مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ(سورة آلِ عمران، رقم الآية ٦٧)

ترجمہ: نہیں تھے ابراہیم یہودی اور نہ نصرانی اور لیکن تھے وہ یکسو (موحد) مسلم اور نہیں تھے وہ، مشرکوں میں سے (سورہ آلِ عمران)

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر کے موقع پر اس کی تفصیل ذکر کی جا چکی ہے، جو وہاں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

جلد 1

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...معینُ المفتی
(2)...رَفْعُ التَّشْکِیْکِ عَنْ حِیْلَةِ التَّمْلِیْکِ
(3)...غیر حنفی کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا حکم
(4)...اَلْمَشَاکِلُ الْحَاضِرَةُ فِیْ حُرْمَةِ الْمُصَاهَرَةِ
(5)...تحقیق طلاق بالکتابة والاکراہ
(6)...مجنون، غضبان اور سکران کی طلاق

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 2

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...صبح صادق و کاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق
(2)... کشفُ الغطاء عن وقتِ الفجر والعشاء
(3)...اشکالیات فلکیة وفقهیة حول تحدید مواقیت الصلاة.
(4)... کیفیةُ التحقق من صحة مواقیت الصلاة فی التقاویم.

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 3

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...النظر والفکر فی مبدء السفر والقصر
(2)...بِدَایَةُ السَّفَرِ وَالْقَصْرِ فِیْ حَالَةِ الْحَضَرِ وَالْمِصْرِ
(3)...منعُ مبدءِ السفر قبل مبدءِ القصر
(4)...جڑواں شہروں (Twin cities) میں سفر و قصر کا حکم
(5)...محرم کے بغیر سفر کا حکم

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 4

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...خوارج سے متعلق احادیث کی تحقیق
(2)...کفار کے مخاطب بالفروع ہونے کا حکم
(3)...غیرُ اللہ کی نذر و نیاز و ذبح کا حکم
(4)...رؤیتِ باری تعالیٰ
(5)...قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کا حکم
(6)...خواب میں زیارتِ نبوی ﷺ کا حکم
(7)...محفلِ حُسنِ قرائت کا حکم

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 5

علمی و تحقیقی رسائل

(1)... پاکستان کی موجودہ رؤیتِ ہلال کمیٹی کی شرعی حیثیت
(2)...مقدس اوراق کا حکم
(3)...قرآن مجید کو بغیر وضو چھونے کا حکم
(4)... خیرُ بِقاعِ الارض کی تحقیق (یعنی شرعاً افضل ترین قطعۂ زمین کون سا ہے؟)

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 6

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...مجالسِ ذکر اور اجتماعی ذکر
(2)...جمعہ کے دن دُرود پڑھنے کی تحقیق

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 7

علمی و تحقیقی رسائل

متبرک مقامات و آثار کے فضائل و احکام سے متعلق
13 علمی، فقہی و تحقیقی رسائل کا مجموعہ

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 8

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...اجتہادی اختلاف اور باہمی تعصب
(2)...تفرّد کی حقیقت

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 12

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...احادیث ختم نبوت
(2)...شَفَاعَةُ النَّبِیِّ لِأَبَوَیِ النَّبِیِّ

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 15

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...حقوق النبی صلی اللہ علیہ وسلم
(2)...سابِّ رسول کی سزا، وتوبہ

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 16

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...جمعہ کے لیے جلدی جانے کی فضیلت کا وقت
(2)...اذانِ جمعہ پر سعی کی تحقیق
(3)...بروز جمعہ، نمازِ جمعہ وظہر کے مخصوص مسئلہ کی تحقیق
(4)...جمعہ میں اذنِ عام و حاکم کی تحقیق
(5)...تعددِ جمعہ و اذنِ عام کی حقیقت

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد 17

علمی و تحقیقی رسائل

(1)...گاؤں میں جمعہ
(2)...عید کے دن مصافحہ و معانقہ کا حکم
(3)...عید کے اہم مسائل
(4)...نمازِ عید، باجماعت اور تنہاء پڑھنے کا حکم

مصنف
مفتی محمد رضوان

ملنے کا پتہ

کتب خانہ: ادارہ غفران، چاہ سلطان، گلی نمبر 17 راولپنڈی
فون: 051-5507270

درسِ حدیث مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

برزخ وقبر کی حیات،اور جسم وروح کا تعلق (قسط5)

علامہ ابنِ تیمیہ کا تیسرا حوالہ

علامہ ابنِ تیمیہ اپنے فتاویٰ میں ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ:

نعم يسمع الميت فى الجملة كما ثبت فى الصحيحين عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال :(يسمع خفق نعالهم حين يولون عنه) . وثبت عن النبى صلى الله عليه وسلم (أنه ترک قتلى بدر ثلاثا ثم أتاهم فقال: يا أبا جهل بن هشام يا أمية بن خلف يا عتبة بن ربيعة يا شيبة بن ربيعة هل وجدتم ما وعدكم ربكم حقا؟ فإنى وجدت ما وعدنى ربى حقا فسمع عمر رضى الله عنه ذلک فقال :يا رسول الله كيف يسمعون وأنى يجيبون وقد جيفوا فقال :والذى نفسى بيده ما أنت بأسمع لما أقول منهم ولكنهم لا يقدرون أن يجيبوا) ثم أمر بهم فسحبوا فى قليب بدر .

وكذلک فى الصحيحين عن عبد الله بن عمر (أن النبى صلى الله عليه وسلم وقف على قليب بدر فقال :هل وجدتم ما وعدكم ربكم حقا؟ وقال :إنهم يسمعون الآن ما أقول) . وقد ثبت عنه فى الصحيحين من غير وجه أنه كان يأمر بالسلام على أهل القبور . ويقول :(قولوا السلام عليكم أهل الديار من المؤمنين والمسلمين وإنا إن شاء الله بكم لاحقون ويرحم الله المستقدمين منا ومنكم

والمستأخرين نسأل الله لنا ولكم العافية اللهم لا تحرمنا أجرهم ولا تفتنا بعدهم واغفر لنا ولهم) فهذا خطاب لهم وإنما يخاطب من يسمع، وروى ابن عبد البر عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال :(ما من رجل يمر بقبر رجل كان يعرفه في الدنيا فيسلم عليه إلا رد الله عليه روحه حتى يرد عليه السلام .) . وفي السنن عنه أنه قال :(أكثروا من الصلاة على يوم الجمعة وليلة الجمعة فإن صلاتكم معروضة على فقالوا: يا رسول الله وكيف تعرض صلاتنا عليک؟ وقد أرمت -يعني صرت رميما -فقال :إن الله تعالى حرم على الأرض أن تأكل لحوم الأنبياء) وفي السنن أنه قال :(إن الله وكل بقبري ملائكة يبلغوني عن أمتي السلام.) . فهذه النصوص وأمثالها تبين أن الميت يسمع في الجملة كلام الحي ولا يجب أن يكون السمع له دائما بل قد يسمع في حال دون حال كما قد يعرض للحي فإنه قد يسمع أحيانا خطاب من يخاطبه وقد لا يسمع لعارض يعرض له وهذا السمع سمع إدراک ليس يترتب عليه جزاء ولا هو السمع المنفي بقوله :(إنک لا تسمع الموتى) فإن المراد بذلک سمع القبول والامتثال، فإن الله جعل الكافر كالميت الذي لا يستجيب لمن دعاه وكالبهائم التي تسمع الصوت ولا تفقه المعنى، فالميت وإن سمع الكلام وفقه المعنى فإنه لا يمكنه إجابة الداعي ولا امتثال ما أمر به ونهى عنه فلا ينتفع بالأمر والنهي، وكذلک الكافر لا ينتفع بالأمر والنهي وإن سمع الخطاب وفهم المعنى، كما قال تعالى :(ولو علم الله فيهم خيرا لأسمعهم.) .

وأما رؤية الميت :فقد روى في ذلک آثار عن عائشة وغيرها.

فصل:وأما قول القائل :هل تعاد روحه إلى بدنه ذلک الوقت أم تكون ترفرف على قبره في ذلک الوقت وغيره؟ فإن روحه تعاد إلى البدن

فی ذلک الوقت، کما جاء فی الحدیث، وتعاد أیضا فی غیر ذلک، وأرواح المؤمنین فی الجنة کما فی الحدیث الذی رواه النسائی ومالک والشافعی وغیرهم :(أن نسمة المؤمن طائر یعلق فی شجر الجنة حتی یرجعه الله إلی جسده یوم یبعثه) وفی لفظ (ثم تأوی إلی قنادیل معلقة بالعرش) ومع ذلک فتتصل بالبدن متی شاء الله وذلک فی اللحظة بمنزلة نزول الملک وظهور الشعاع فی الأرض وانتباه النائم .هذا وجاء فی عدة آثار أن الأرواح تکون فی أفنیة القبور قال مجاهد :الأرواح تکون علی أفنیة القبور سبعة أیام من یوم دفن المیت لا تفارقه فهذا یکون أحیانا وقال مالک بن أنس :بلغنی أن الأرواح مرسلة تذهب حیث شاء ت .والله أعلم (مجموع الفتاوی،لابن تیمیة، ج ۲۴،ص ۳۶۳، ۳۶۴، کتاب مفصل الاعتقاد،رسالة فی عذاب القبر)

ترجمہ: بے شک میت فی الجملہ سنتی ہے۔ [1]

جیسا کہ صحیح بخاری ومسلم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مُردہ شخص لوگوں کے جوتوں کی آہٹ کوسنتا ہے، جب وہ اس کے پاس سے جاتے ہیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ نے بدر کے موقع پر مقتولین کو تین دن چھوڑے رکھا، پھر ان کے پاس آ کر فرمایا کہ اے ابوجہل بن ہشام، اے امیہ بن خلف، اے عتبہ بن ربیعہ، اے شیبہ بن ربیعہ! کیا تم نے اس چیز کو پا لیا ہے، جس کا تمہارے رب نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا، پس بے شک میں نے تو اس وعدہ کو سچا پالیا، جو میرے رب نے مجھ سے کیا تھا، اس بات کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سن لیا، اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! یہ کیسے سنیں گے؟ اور یہ کیسے جواب دیں گے؟ جبکہ یہ مردہ لاش ہو چکے ہیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی، جس کے ہاتھ میں

[1] فی الجملہ سننے کا مطلب یہ ہے کہ بعض اوقات جب اللہ کو منظور ہوتا ہے، سن لیتی ہے، اور بعض اوقات جب اللہ کو منظور نہیں ہوتا، تو نہیں سنتی، پھر جن مواقع پر سننے کی تصریح ہے، وہاں اللہ کی مشیت کا ہمیں علم ہو گیا، ورنہ ہمیں علم نہ ہوا۔ محمد رضوان۔

میری جان ہے کہ تم ان سے زیادہ نہیں سنتے ، جو میں اُن کو کہہ رہا ہوں، البتہ یہ لوگ جواب دینے پر قادر نہیں ہیں، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بدر کی زمین میں گھسیٹنے کا حکم دیا۔

اور اسی طریقہ سے صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے مقام پر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ کیا تم نے اپنے رب کے وعدہ کو حق پا لیا ہے؟ اور فرمایا کہ اس وقت جو میں کہہ رہا ہوں، وہ اس بات کو سن رہے ہیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیحین میں کئی سندوں سے مروی ہے کہ آپ اہلِ قبور کو سلام کرنے کا حکم فرماتے تھے ،اور یہ فرماتے تھے کہ تم یہ کہو کہ **''السلام علیکم أهل الديار من المؤمنين والمسلمين وإنا إن شاء الله بكم لاحقون ويرحم الله المستقدمين منا ومنكم والمستأخرين نسأل الله لنا ولكم العافية اللهم لا تحرمنا أجرهم ولا تفتنا بعدهم واغفر لنا ولهم** ''اور یہ مُردہ لوگوں کو خطاب ہے، اور خطاب اُس کو کیا جاتا ہے، جو سنتا ہے (لہٰذا یہ حدیث بھی مُردوں کے فی الجملہ سننے پر دلالت کرتی ہے)

اور ابنِ عبدالبر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بھی کسی آدمی کی قبر کے قریب سے گزرتا ہے، جو اس کو دنیا میں جانتا تھا، پھر وہ اس کو سلام کرتا ہے، تو اللہ اس پر اس کی روح کو لوٹا دیتا ہے، یہاں تک کہ وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ [1]

اور سنن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ تم مجھ پر جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات میں کثرت سے درود پڑھا کرو، کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے، لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا؟ جبکہ آپ مٹی ہو چکے ہوں گے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر اس بات کو حرام قرار دے دیا ہے کہ وہ نبیوں کے گوشت کو کھائے۔

---

[1] ملحوظ رہے کہ مندرجہ بالا حدیث کی سند پر اہلِ علم حضرات نے کلام کیا ہے، اور اس کو ضعیف وغیرہ قرار دیا ہے۔ محمد رضوان خان۔
(ملاحظہ ہو: سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة وأثرها السيء في الأمة، رقم الحديث ۴۴۹۳)

اور سنن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ اللہ نے میری قبر پر فرشتوں کو مقرر فرما دیا ہے، جو میرے پاس میری امت کے سلام کو پہنچاتے ہیں۔ [1]

پس یہ اور ان جیسی نصوص اس بات کی وضاحت کرتی ہیں کہ میت **فی الجملة** زندہ کے کلام کو سنتی ہے، لیکن ضروری نہیں کہ یہ سننا دائمی طور پر ہو، بلکہ کسی حالت میں سنتی ہے اور کسی حالت میں نہیں سنتی (اور یہ دونوں حالتیں، اللہ کے حکم اور اس کی مشیت پر معلق ہوتی ہیں) جیسا کہ زندہ شخص کی حالت ہوتی ہے کہ وہ بعض اوقات اپنے سے خطاب کرنے والے کی بات کو سنتا ہے اور بعض اوقات کسی پیش آنے والے عارض (مثلاً آواز کے ہلکا ہونے، یا قوتِ سماعت کے کمزور ہونے وغیرہ) کی وجہ سے نہیں سنتا (ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے کسی مُردہ کو سنوائے، اور کسی کو نہ سنوائے) اور اسی طریقہ سے یہ سننا ''ادراک والا سننا'' ہے جس پر کوئی جزاء مرتب نہیں ہوتی اور نہ یہ وہ سننا ہے، جس کی نفی اللہ تعالیٰ کے اس قول میں کی گئی ہے کہ '' **إنک لا تسمع الموتیٰ** '' اس سے مراد قبول کرنے اور بات ماننے کا سننا ہے، کیونکہ اللہ نے کافر کو میت کی طرح قرار دے دیا ہے، جو اپنے آپ کو پکارنے والے کا جواب نہیں دیتا، جیسا کہ چوپائے، آواز کو سنتے ہیں، مگر معنیٰ کو نہیں سمجھتے، پس میت اگرچہ کلام کو سن لے اور معنیٰ کو سمجھ لے، تب بھی اس میت کے لیے پکارنے والے کو جواب دینا اور جو بات اسے کہی گئی ہے، اس کی تعمیل کرنا، اور جس چیز سے منع کیا گیا ہے، اس سے رُکنا، ممکن نہیں، پس میت امر ونہی سے فائدہ حاصل نہیں کرسکتی، اور اسی طرح سے کافر بھی امر ونہی سے فائدہ حاصل نہیں کرتا، اگرچہ وہ خطاب کو سنتا ہے، اور معنیٰ کو سمجھتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ '' **ولو علم اللہ فیھم خیراً لأسمعھم** ''۔

---

[1] اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سماع کو علامہ ابنِ تیمیہ دوسری اموات کے سماع کے ضمن میں داخل مانتے ہیں، اور **فی الجملہ** کا مطلب یہی ہے کہ میت ہمیشہ اور ہر آواز کو نہیں سنتی، نیز تمام اموات، اس سلسلہ میں یکساں حکم نہیں رکھتیں، بلکہ اللہ کی حسبِ مشیت وحسبِ حکمت مختلف اموات اور مختلف اصوات میں فرق ہوسکتا ہے۔

اور ہم نے آگے اس سلسلہ میں جمع وتطبیق کا جو قول راجح قرار دیا ہے، اس کا حاصل بھی یہی ہے، جیسا کہ آگے خود علامہ ابنِ تیمیہ نے بھی اس طرف اشارہ کیا ہے۔ محمد رضوان۔

اور جہاں تک میت کے دیکھنے کا تعلق ہے، تو اس سلسلہ میں حضرت عائشہ اور دیگر حضرات سے کئی روایات مروی ہیں (لیکن دیکھنے کا معاملہ بھی سننے کی طرح ہے کہ یہ بھی ادراک والا دیکھنا ہے، جس کا ہمیشہ اور ہر میت کے حق میں پایا جانا ضروری نہیں، اللہ چاہے، تو کسی میت تک کوئی حالت پہنچا دیتا ہے، لیکن وہ کسی کو نفع ونقصان پہنچانے کے طور پر ہرگز نہیں) [1]

فصل: اور سوال کرنے والے کا یہ قول کہ کیا اس وقت (یعنی فوت ہونے کے بعد سوال وجواب کے وقت) روح کو بدن کی طرف لوٹایا جاتا ہے، یا اس وقت میں اور دوسرے وقت میں میت اپنی قبر میں متحرک ہوتی ہے، یا نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی روح کو اس وقت میں بدن کی طرف لوٹایا جاتا ہے، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے، اور اس کے علاوہ دوسرے وقت میں بھی لوٹایا جاتا ہے، اور مومنوں کی روحیں جنت میں ہوتی ہیں، جیسا کہ اُس حدیث میں آیا ہے، جس کو نسائی اور امام مالک اور امام شافعی وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ مومن کی روح، پرندوں کی شکل میں جنت کے پتوں سے لٹکی ہوتی ہے، یہاں تک کہ قیامت کے دن اللہ اس کو اس کے جسم کی طرف لوٹا دے گا، اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ وہ روح ایسی قندیلوں میں ٹھکانا پکڑتی ہے، جو عرش کے ساتھ لٹکی ہوئی ہوتی ہیں۔

---

[1] میت کے سماع اور ادراک کے متعلق علامہ ابنِ تیمیہ نے جو موقف ذکر کیا، اس کا خلاصہ یہی ہے کہ میت سے سوال وجواب، اور اس کو راحت وعذاب کا احساس، جس کا بہت سی احادیث میں ذکر ہے، اس کے **فی الجملہ** ثبوت کا انکار کرنا درست نہیں، ورنہ تو ''برزخی زندگی'' اور ''برزخی حیات'' ایک طرح سے بے معنیٰ ہوکر رہ جاتی ہے، اور میت کی روح کا **فی الجملہ، عند اهل السنة والجماعة**، بدن وجسم سے تعلق بھی مسلّم ہے، اور جسم وبدن کا اس مقام سے تعلق، جہاں اس کو دفن کیا جاتا ہے، یا جہاں بھی میت کے بدن وجسم کے مجتمع، یا منتشر اجزاء موجود ہوں، یہ بھی جمہور اہلُ السنۃ والجماعۃ کے نزدیک طے شدہ اور مسلّمہ مسئلہ ہے۔

میت سے ہر طرح کے سماع وادراک کا انکار کرنا، گویا کہ ایک طرح سے برزخ وقبر کی حیات کے انکار کو مستلزم ہوگا، لیکن چونکہ میت کا جسم اور روح ''عالمِ برزخ'' میں ہوتی ہے، جو عالمِ غیب کہلاتا ہے، اور وہاں وہ اچھے وبرے حالات میں مشغول ہوتی ہے، نیز اس کا سماع وادراک، دنیا کے اسباب ووسائل کی حیثیت سے عادتاً نہیں ہوتا، جس کا تقاضا یہ تھا کہ اس عالمِ شہادت کی اصوات وحالات کے سماع وادراک کا انکار کیا جائے، لیکن اس سلسلہ میں وارد نصوص کے پیشِ نظر **فی الجملہ** سماع وادراک کو تسلیم وقبول کیے بغیر چارہ نہیں، اور **فی الجملہ** کا حاصل یہی ہے کہ جب اور جس میت کے لیے اللہ کی مشیّت وحکمت متعلق ہو جاتی ہے، وہاں سماع وادارک ہوجاتا ہے ''والا، لا''۔ محمد رضوان۔

لیکن اس کے باوجود جب اللہ کو منظور ہوتا ہے، وہ بدن کے ساتھ ہی متصل ہوتی ہیں، اور یہ کسی لمحہ میں ہوتا ہے، جیسا کہ فرشتے کے نازل ہونے اور زمین میں شعاع کے ظاہر ہونے اور سونے والے کے بیدار ہونے کے وقت ہوتا ہے، اور کئی روایات میں یہ بات وارد ہوئی ہے کہ ارواح، قبروں کے مقام پر ہوتی ہیں، مجاہد نے فرمایا کہ روحیں میت کے دفن ہونے کے دن سے لے کر سات دن تک قبروں کے مقام پر ہوتی ہیں، وہاں سے جدا نہیں ہوتیں، پس بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے (ہمیشہ اور ہر ایک کے لیے ایسا نہیں ہوتا) اور مالک بن انس نے فرمایا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ روحوں کو (برزخ میں) آزاد چھوڑ دیا جاتا ہے، وہ جہاں چاہتی ہیں، وہاں جاتی ہیں، **واللّٰہ اعلم** (مجموعُ الفتاویٰ)

یعنی ان میں سے ہر بات کا امکان ہے، اللہ، جس روح کے ساتھ اس کے حسبِ اعمال، جیسا چاہے، ویسا ہوتا ہے، اپنی طرف سے سب کے لیے یکساں حکم لگا دینا مناسب نہیں، نہ ہی یہ کہنا درست ہے کہ روح، جس مقام پر ہوتی ہے، وہاں اس کا جسم بھی ساتھ ہی ہوتا ہے، بلکہ یہ کہا جائے گا کہ روح کے ساتھ مختلفُ الانواع پیش آنے والے حالات کا **فی الجملہ** اس کے جسم و بدن سے خاص تعلق ہوتا ہے، جس کے باعث جسم و بدن تک، روح کو حاصل ہونے والے، غم، یا سرور کا اثر پہنچ جاتا ہے، اور ہم شروع میں واضح کر آئے ہیں کہ موجودہ سائنسی شعبہ میں اس کی مثال ہارڈ وئیر اور سافٹ وئیر جیسی ہے کہ سافٹ وئیر نیچے زمین کے ہارڈ وئیر کے ساتھ بھی منسلک ہوتا ہے اور اوپر فضاء میں بھی کارفرما ہوتا ہے۔

(جاری ہے............)

مقالات ومضامین مفتی محمد رضوان

افادات وملفوظات

یزید بن معاویہ کے متعلق افراط وتفریط اور اعتدال

(03-جمادی الاولیٰ-1443ھ)

علامہ ابنِ تیمیہ(المتوفیٰ:728ھ)اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں:

كـان الـمـقـتـصـدون مـن أئـمـة السلف يقولون فى يزيد وأمثاله :إنا لا نسبهـم ولا نـحبهـم أى لا نـحـب مـا صدر منهم من ظلم .والشـخـص الـواحـد يـجتـمـع فيه حسنات وسيئات وطاعات ومعاص وبر وفجور وشـر فيثيبـه الـلـه عـلـى حسـناته ويعاقبه على سيئاته إن شاء أو يغفر له ويـحـب مـا فـعـله من الخير ويبغض ما فعله من الشر .فـأمـا من كانت سيـئـاته صغائر فقد وافقت المعتزلة على أن الله يغفرها .وأما صاحب الـكبيرة فسلف الأمة وأئمتها وسائر أهل السنة والجماعة لا يشهدون له بالنار بل يجوزون أن الله يغفر له كما قال تعالى :(إن الله لا يغفر أن يشـرك بــه ويـغـفـر ما دون ذلک لمن يشاء) فهـذه فـى حق من لم يشـرک فـإنـه قيـدهـا بـالـمشيـئة وأما قوله تعالى (قل يا عبادى الذين أسـرفـوا عـلـى أنـفسهـم لا تـقنطوا من رحمة الله إن الله يغفر الذنوب جميعا) فهـذا فى حق من تاب ولذلک أطلق وعم (مـجموع الفتاوى،لا بن تيمية ، ج۴،ص ۴۷۵،فصل:في أن الطريق التى بها يعلم إيمان الواحد من الصحابة)

ترجمہ: ائمۂ سلف میں سے معتدل حضرات کا ''یزید'' اوراس جیسے لوگوں کے بارے میں یہ قول ہے کہ بے شک ہم نہ تو اُن کو سب وشتم کرتے ، اور نہ ان سے محبت رکھتے ، محبت نہ رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اِن لوگوں سے، جو ظلم وغیرہ کا صدور ہوا، اُن افعال

سے محبت نہیں رکھتے، اور ایک شخص میں اچھائیاں اور برائیاں اور نیکیاں اور گناہ اور بھلائیاں اور فسق وفجور اور شر کی باتیں جمع ہوسکتی ہیں، پس اللہ اُس شخص کو اس کی اچھائیوں پر ثواب عطاء فرماتا ہے، اور اس کی برائیوں پر اگر چاہے، تو سزا دیتا ہے، یا اُس کی مغفرت فرمادیتا ہے، اور جو اُس نے خیر کے کام کیے، اس کو اللہ پسند فرماتا ہے، اور جو شر کے کام کیے، اس کو ناپسند فرماتا ہے، پس جس شخص کی برائیاں صغیرہ درجہ کی ہوں، تو (اہلُ السنۃ والجماعۃ کے ساتھ) معتزلہ کا بھی اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ اُن برائیوں کو معاف فرمادے گا، اور جہاں تک کبیرہ گناہوں کے مرتکب کا تعلق ہے، تو سلف امت اور ائمۂ امت اور تمام اہلُ السنۃ والجماعۃ اُس شخص کے لیے جہنم کی گواہی نہیں دیتے، بلکہ اس بات کو جائز قرار دیتے ہیں کہ اللہ اُس کی مغفرت فرمادے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''**إن اللہ لا یغفر أن یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء**''(یعنی''بے شک اللہ نہیں مغفرت فرمائے گا اس بات کی اس کے ساتھ شرک کیا جائے، اور مغفرت فرمادے گا اس کے علاوہ کی، جس کے لیے چاہے'') پس یہ حکم اس شخص کے حق میں ہے، جو شرک نہ کرے، کیونکہ اللہ نے اس کی مغفرت کو اپنی مشیت کے ساتھ مقید فرمایا ہے، اور جہاں تک اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا تعلق ہے کہ''**قل یا عبادی الذین أسرفوا علی أنفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ إن اللہ یغفر الذنوب جمیعا**''(یعنی''آپ فرمادیجیے کہ اے میرے وہ بندو! جنہوں نے زیادتی کی اپنی جانوں پر، تم مایوس نہ ہو، اللہ کی رحمت سے، بے شک اللہ مغفرت فرمادے گا تمام گناہوں کی'') تو یہ حکم اس شخص کے حق میں ہے، جو توبہ کرلے، اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمام گناہوں کی مغفرت کو مطلق اور عام بیان فرمایا ہے(جس میں صغیرہ وکبیرہ گناہ کی قید نہیں لگائی) (مجموع الفتاویٰ)

علامہ ابنِ تیمیہ اسی سلسلے میں فرماتے ہیں کہ:

افترق الناس فی "یزید" بن معاویۃ بن أبی سفیان ثلاث فرق: طرفان ووسط.

فأحد الطرفين قالوا :إنه كان كافرا منافقا وأنه سعى فى قتل سبط رسول الله تشفيا من رسول الله صلى الله عليه وسلم وانتقاما منه وأخذا بثأر جده عتبة وأخي جده شيبة وخاله الوليد بن عتبة وغيرهم ممن قتلهم أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم بيد على بن أبى طالب وغيره يوم بدر وغيرها. ....وهذا القول سهل على الرافضة الذين يكفرون أبا بكر وعمر وعثمان؛ فتكفير يزيد أسهل بكثير.

والطرف الثانى يظنون أنه كان رجلا صالحا وإمام عدل وأنه كان من " الصحابة "الذين ولدوا على عهد النبى صلى الله عليه وسلم وحمله على يديه وبرك عليه وربما فضله بعضهم على أبى بكر وعمر . وربما جعله بعضهم نبيا ويقولون عن "الشيخ عدى "أو حسن المقتول -كذبا عليه -إن سبعين وليا صرفت وجوههم عن القبلة لتوقفهم فى يزيد .

وهذا قول غالية العدوية والأكراد ونحوهم من الضلال .فإن الشيخ عديا كان من بنى أمية وكان رجلا صالحا عابدا فاضلا ولم يحفظ عنه أنه دعاهم إلا إلى السنة التى يقولها غيره كالشيخ "أبى الفرج " المقدسى فإن عقيدته موافقة لعقيدته؛ لكن زادوا فى السنة أشياء كذب وضلال من الأحاديث الموضوعة والتشبيه الباطل والغلو فى الشيخ عدى وفى يزيد والغلو فى ذم الرافضة بأنه لا تقبل لهم توبة وأشياء أخر .

وكلا القولين ظاهر البطلان عند من له أدنى عقل وعلم بالأمور وسير المتقدمين؛ ولهذا لا ينسب إلى أحد من أهل العلم المعروفين بالسنة ولا إلى ذى عقل من العقلاء الذين لهم رأى وخبرة.

والقول الثالث :أنه كان ملكا من ملوك المسلمين له حسنات

وسیئات ولم یولد إلا فی خلافة عثمان ولم یکن کافرا؛ ولکن جری بسببه ما جری من مصرع "الحسین "وفعل ما فعل بأهل الحرة ولم یکن صاحبا ولا من أولیاء الله الصالحین .

وهذا قول عامة أهل العقل والعلم والسنة والجماعة .

ثم افترقوا ثلاث فرق :فرقة لعنته وفرقة أحبته وفرقة لا تسبه ولا تحبه وهذا هو المنصوص عن الإمام أحمد وعلیه المقتصدون من أصحابه وغیرهم من جمیع المسلمین (مجموع الفتاوی،لا بن تیمیة ،ج۴،ص ۴۸۱،الٰی ص ۴۸۳، فصل :افترق الناس فی "یزید "بن معاویة بن أبی سفیان)

ترجمہ: ''یزید بن معاویہ بن ابی سفیان'' کے متعلق لوگوں کے تین فرقے ہیں، دو فرقے افراط، یا تفریط میں مبتلا ہیں، اور ایک فرقہ اعتدال پر قائم ہے۔

پس دو فرقوں میں سے ایک فرقے کا قول تو یہ ہے کہ ''یزید'' کافر، منافق تھا، اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کے قتل کرنے کی کوشش، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھڑاس نکالنے کے لیے، اور اُن سے انتقام لینے کے لیے، اور اپنے دادا ''عتبہ'' اور اپنے دادا کے بھائی ''شیبہ'' اور اپنے ماموں ''ولید بن عتبہ'' وغیرہ کا بدلہ لینے لیے کی، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے علی بن ابی طالب وغیرہ کے ہاتھوں، بدر وغیرہ کے موقع پر قتل ہوئے تھے......اور یہ قول رافضیوں کے اُن لوگوں کو کرنا آسان ہے، جو حضرت ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم کی تکفیر کرتے ہیں، تو یزید کی تکفیر اس کے مقابلہ میں بہت زیادہ سہل ہے۔

اور دوسرے فرقے کا گمان یہ ہے کہ ''یزید'' نیک شخص اور عادل امام تھا، اور وہ ان صحابۂ کرام میں سے تھا، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیدا ہوئے، اور اس کو (پیدائش کے بعد) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں پر اٹھایا، اور اس کے لیے برکت کی دعاء کی، اور ان میں سے بعض لوگ بسا اوقات یزید کو ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما پر بھی فضیلت دیتے ہیں، اور ان میں سے بعض تو کسی وقت یزید کو نبی کا درجہ بھی دے دیتے ہیں، اور وہ

''شیخ عدی''یا''حسن مقتول'' کے حوالہ سے اُن کی طرف جھوٹ کی نسبت کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ ستر(70)ولیوں کا چہرہ قبلہ سے اس بناء پر پھر گیا کہ انہوں نے یزید کے بارے میں توقف اختیار کیا تھا۔

اور یہ''عدویۃ''اور''أکراد''وغیرہ گمراہ فرقوں کے غالی لوگوں کا قول ہے، کیونکہ''شیخ عدی''بنوامیہ میں سے تھے،اور وہ نیک،صالح،عابد،فاضل شخص تھے،اور ان کے متعلق یہ بات معتبر طریقے سے ثابت نہیں کہ انہوں نے لوگوں کو دعوت دی ہو،مگر اسی سنت کی طرف،جس کی طرف اُن کے علاوہ حضرات نے دعوت دی،جیسا کہ''شیخ ابوالفرج مقدسی''پس اُن کا عقیدہ،ان کے موافق ہے،لیکن لوگوں نے سنت میں جھوٹی باتوں کو اور گمراہ کن موضوع احادیث کو زیادہ کردیا،اور باطل تشبیہ اور شیخ عدی کے متعلق غلو کو،اور یزید کے متعلق بھی غلو کو داخل کردیا،اور رافضیوں کی مذمت میں بھی غلو کو داخل کردیا کہ ان کی توبہ قبول نہیں کی جاسکتی،اور بعض دوسری چیزوں کو بھی داخل کردیا۔

اور مذکورہ دونوں قولوں کا اُس شخص کے سامنے باطل ہونا،بالکل ظاہر ہے،جس کو ادنیٰ عقل اور معاملات کا ادنیٰ علم اور متقدمین کی سیرت سے واقفیت حاصل ہو،اور اسی وجہ سے یہ قول سنت کے ساتھ معروف اہلِ علم میں سے کسی کی طرف بھی منسوب نہیں،اور نہ ان عقلاء میں سے کسی صاحبِ عقل کی طرف منسوب ہے،جن کی رائے اور خبر کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

اور تیسرا قول یہ ہے کہ''یزید''مسلمانوں کے حکمرانوں میں سے ایک حکمران تھا،جس کی نیکیاں بھی تھیں،اور برائیاں بھی تھیں،اور اس کی ولادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں ہی ہوئی،اور وہ کافر نہیں تھا،لیکن اس کے سبب سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خلاف مہم جاری ہوئی،اور اس کے سبب اہلِ حرۃ کے ساتھ جو کچھ کیا گیا، وہ ہوا،اور وہ نہ تو صحابی تھا،اور نہ اللہ کے اولیائے صالحین میں سے تھا۔

اور یہی قول اکثر اہلِ عقل واہلِ علم اور اہلُ السنۃ والجماعۃ کا ہے۔

پھراس کے بعد تین فرقے ہوگئے،ایک فرقہ یزید پر لعنت کرتا ہے،اورایک فرقہ اس سے محبت رکھتا ہے،اورایک فرقہ نہ اس پر سب وشتم کرتا،اور نہ اس سے محبت رکھتا،امام احمد سے بھی اسی بات کی تصریح منقول ہے،اورامام احمد اور دیگر تمام مسلمین کے اصحاب میں سے معتدل حضرات کا یہی طرزِ عمل ہے(مجموع الفتاویٰ)

بسلسلہ اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام اضافہ واصلاح شدہ چوتھا ایڈیشن

شعبان وشبِ برأت کے فضائل واحکام

اس کتاب میں اسلامی سال کے آٹھویں مہینے''شعبانُ المُعَظَّم'' سے متعلق فضائل ومسائل اورمنکرات ومفاسد کوتفصیل کے ساتھ ذکرکیا گیاہے،اوراسی کے ساتھ''شبِ برأت'' کے بارے میں افراط وتفریط سے بچتے ہوئے اہل السنۃ والجماعۃ کے معتدل نظریہ کودلائل کے ساتھ تحریرکیا گیاہے اوراس بارے میں علمی وعملی،فکری ونظریاتی بے اعتدالیوں کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔ آخرمیں اس مہینے میں واقع ہونے والے بعض اہم تاریخی واقعات کوبھی درج کردیا گیاہے۔

مؤلف:مفتی محمد رضوان خان

www.idaraghufran.org

مقالات ومضامین　　　　　　　　　　　　　　　　مولانا شعیب احمد

اخوتِ اسلامی کا تقاضہ...اخلاص وہمدردی

دینِ اسلام نے اپنے تمام پیروکاروں کو ایک رشتۂ اخوت میں پرویا ہے۔اسلام کی نظر میں ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔وہ اپنے ماننے والوں کے مابین ایک بھائی چارگی اور اخوت کا رشتہ قائم کرتا ہے۔یعنی ایک احساس کا رشتہ، ایک ایسا تعلق کہ جس میں دوسرے مسلمانوں کا خیال اور لحاظ رکھا جائے۔چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

"إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ إِخْوَةٌ" (سورة الحجرات، رقم الآية : ١٠)

''یقیناً تمام اہلِ ایمان (آپس میں) بھائی بھائی ہیں'' (حجرات)

اسی طرح رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ:

" الْـمُسْـلِـمُ أَخُـو الْـمُسْـلِمِ، لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ " (صحيح مسلم، رقم الحديث : ٢٥٨٠، كتاب البر والصلة والآداب، باب تحريم الظلم)

''ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔نہ تو (خود) اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اس کو (کسی) ظالم کے حوالہ کرتا ہے'' (مسلم)

ایک اور مقام پر یوں ارشاد فرمایا کہ:

" الْـمُسْـلِـمُـوْنَ كَـرَجُـلٍ وَاحِـدٍ، إِنِ اشْتَـكـىٰ عَيْنُـهُ، اشْتَكىٰ كُلُّـهُ، وَإِنِ اشْتَـكىٰ، رَأْسُهُ اشْتَكىٰ كُلُّهُ " (صحيح مسلم، رقم الحديث : ٦٧، كتاب البر والصلة والآداب، باب تراحم المؤمنين وتعاطفهم وتعاضدهم)

''تمام مسلمان ایک شخص کی مانند ہیں۔اگر اس کی آنکھ میں تکلیف ہو تو پورا جسم تکلیف محسوس کرتا ہے اور اگر اس کے سر میں درد ہو تو پورا جسم تکلیف محسوس کرتا ہے'' (مسلم)

قرآن وسنت کی ایسی اور بھی متعدد نصوص موجود ہیں کہ جن سے واضح ہوتا ہے کہ خدا اور رسول نے تمام مسلمانوں کو آپس میں مضبوط اخوت و بھائی چارگی کے رشتہ میں باندھا ہے۔

www.idaraghufran.org

اللہ اور رسول کا یہ قائم کردہ رشتہ مسلمانوں سے کچھ تقاضے کرتا ہے۔جن میں سے ایک اہم اور بنیادی تقاضا یہ ہے کہ اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ بالکل ویسے ہی اخلاص، ہمدردی اور خیر خواہی کے ساتھ پیش آیا جائے جیسے کوئی انسان اپنے سگے بھائی کے ساتھ پیش آتا ہے۔ بالخصوص وہ افراد کہ جن کے ساتھ آدمی روزانہ اٹھتا بیٹھتا ہو یا جن کے ساتھ کسی بھی حوالہ سے کوئی تعلق ہو تو ایسے افراد کے ساتھ معاملات کرتے وقت اُس اخوت و بھائی چارگی کے رشتہ کو ضرور ملحوظ رکھنا چاہیے جو اسلام نے ہمارے درمیان قائم کیا ہے۔

آج مسلمانوں کی اکثریت نے اس رشتۂ اخوت و بھائی چارگی کو تقریباً فراموش کر رکھا ہے۔ وہ ہمدردی، احساس اور خیال کا رشتہ جو اسلام نے ہمارے درمیان قائم کیا تھا وہ معاشرے میں خال خال ہی دکھائی دیتا ہے۔ ورنہ واقعہ یہ ہے کہ آج کی دنیا میں مسلمان ہی مسلمان کے مال پر ڈاکہ ڈال رہا ہے، مسلمان ہی مسلمان کی عصمت دری کر رہا ہے، مسلمان ہی مسلمان کے خون بہانے میں ملوث ہے اور مسلمان ہی مسلمان کے ساتھ دھوکہ دہی اور خیانت کا مرتکب ہے۔

اسلام کا قائم کردہ رشتۂ اخوت و بھائی چارگی آج ہماری خود غرضی، مفاد پرستی اور بے حسی تلے کہیں دب کر رہ گیا ہے۔جس کو دوبارہ اُجاگر کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ دنیاوی اعتبار سے تو ہمارے لیے مفید اور ضروری ہے ہی، دینی لحاظ سے بھی ناگزیر ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ:

"لاَ يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ، حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ" (صحيح البخاری، رقم الحديث: ١٣، كتاب الايمان، باب: من الإيمان أن يحب لأخيه ما يحب لنفسه)

"تم میں سے کوئی اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہوسکتا، جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہی نہ پسند کرنے لگ جائے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے" (بخاری)

ہم میں سے ہر کوئی اپنے لیے یہی پسند کرتا ہے کہ لوگ اس کے ساتھ خیر خواہی، ہمدردی اور اخلاص کے ساتھ پیش آئیں، تو ہمیں بھی دل میں اپنے متعلقین، دوست احباب اور ماتحتوں کے بارے میں ہمدردی اور خیر خواہی کے جذبات رکھنے چاہئیں اور اخلاص کے ساتھ تمام معاملات کو طے کرنا چاہیے تاکہ اسلام کے قائم کردہ رشتۂ اخوت کی آبیاری ہوتی رہے۔

بسلسلہ : تاریخی معلومات — مولانا طارق محمود

ماہِ ذی الحجہ: دسویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

□......ماہِ ذی الحجہ ۹۵۵ھ: میں حضرت قاضی عبدالواحد بن احمد بن یحییٰ بن علی ونشریسی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(نیل الابتھاج بتطریز الدیباج لأحمد بابا السودانی،ص ۲۸۹)

□......ماہِ ذی الحجہ ۹۵۶ھ: میں حضرت ابوالسعود محبّ الدین محمود بن رضی الدین حلبی شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(شذرات الذهب فی أخبار من ذهب لابی الفلاح عبدالحیی عکری حنبلی، ج۱۰، ص ۴۵۱)

□......ماہِ ذی الحجہ ۹۵۹ھ: میں حضرت محمد بن احمد بن یوسف بن نقیب حسنی اسحاقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(الکواکب السائرة بأعیان المئة العاشرة لنجم الدین الغزی، ج۲،ص ۲۵)

□......ماہِ ذی الحجہ ۹۶۱ھ: میں حضرت ابوالمعالی بن رحمۃ اللہ بن فتح اللہ کرمانی حسینی لاہوری رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی(نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر لعبدالحیی الحسنی، ج۵،ص ۴۷۵)

□......ماہِ ذی الحجہ ۹۶۵ھ: میں حضرت شیخ شہاب الدین احمد حصری دمشقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(الکواکب السائرة بأعیان المئة العاشرة لنجم الدین الغزی، ج۲،ص ۱۲۱)

□......ماہِ ذی الحجہ ۹۶۹ھ: میں حضرت شیخ جلال الدین محمود عمری تھانیسری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ (نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر لعبدالحیی الحسنی، ج۴،ص ۳۲۴)

□......ماہِ ذی الحجہ ۹۷۱ھ: میں حضرت شیخ قاضی معروف نورالدین صہیونی شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(الکواکب السائرة بأعیان المئة العاشرة لنجم الدین الغزی، ج۳،ص ۱۸۷)

□......ماہِ ذی الحجہ ۹۷۵ھ: میں حضرت شیخ حسن بن سنان حسینی سیواسی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ (الطبقات السنیة فی تراجم الحنفیة لتقی الدین الغزی،ص ۲۲۶)

□......ماہِ ذی الحجہ ۹۷۶ھ: میں حضرت شیخ عبدالرحمٰن بن علاءالدین بن عطاءاللہ بن ظہیرالدین عباس لاہربوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر لعبدالحیی الحسنی، ج۴،ص ۳۶۱)

□......ماہِ ذی الحجہ ۹۸۲ھ: میں حضرت محمد بن احمد بن عبدالرحمٰن بن محمد بن احمد بن عیسیٰ ابن ابی الجواد رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(الکواکب السائرة بأعیان المئة العاشرة لنجم الدین الغزی، ج۳،ص ۴۹)

□......ماہِ ذی الحجہ ۹۸۳ھ: میں حضرت ابو عبداللہ شمس الدین محمد بن عبداللہ شنشوری مصری شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج۲، ص۳۷)

□......ماہِ ذی الحجہ ۹۸۴ھ: میں حضرت قاضی ولی الدین محمد بن محمد بن فرفور رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ (الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج۳، ص۲۴)

□......ماہِ ذی الحجہ ۹۸۴ھ: میں حضرت محمد بن محمد بن ولی الدین فرفور رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ (الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج۳، ص۳۳)

□......ماہِ ذی الحجہ ۹۸۴ھ: میں حضرت شیخ عبداللہ بن سعد اللہ متقی سندی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ (نزھۃ الخواطر وبھجۃ المسامع والنواظر لعبدالحیی الحسنی، ج۴، ص۳۷۴)

□......ماہِ ذی الحجہ ۹۸۷ھ: میں حضرت شیخ عبداللہ بن احمد بن طیفور بن شمس الدین بن محمود بن محمود راجتینی امروہوی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ (نزھۃ الخواطر وبھجۃ المسامع والنواظر لعبدالحیی الحسنی، ج۴، ص۳۷۳)

□......ماہِ ذی الحجہ ۹۸۷ھ: میں حضرت محمد بن احمد بن فراج صالحی منشد رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ (الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج۳، ص۴۶)

□......ماہِ ذی الحجہ ۹۸۷ھ: میں حضرت شیخ علامہ شہاب الدین احمد بن تمر از طرابلسی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج۳، ص۱۰۶)

□......ماہِ ذی الحجہ ۹۸۷ھ: میں ''بعلبک'' کے قاضی شیخ جلبی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ (الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج۳، ص۱۴۲)

□......ماہِ ذی الحجہ ۹۸۸ھ: میں حضرت عبدالصمد بن ابراہیم بن عبدالصمد رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ (الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج۳، ص۱۴۹)

□......ماہِ ذی الحجہ ۹۸۹ھ: میں حضرت شیخ عبدالمعطی بن حسن بن عبداللہ باکثیر مکی ہندی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (نزھۃ الخواطر وبھجۃ المسامع والنواظر لعبدالحیی الحسنی، ج۴، ص۳۷۸)

□......ماہِ ذی الحجہ ۹۹۶ھ: میں حضرت ابوبکر بن محمد بن محمد شیخ تقی الدین شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (الکواکب السائرۃ بأعیان المئۃ العاشرۃ لنجم الدین الغزی، ج۳، ص۸۹)

□......ماہِ ذی الحجہ ۹۹۸ھ: میں حضرت مولانا محمد درویش حسینی واسطی جونپوری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (نزھۃ الخواطر وبھجۃ المسامع والنواظر لعبدالحیی الحسنی، ج۴، ص۴۲۲)

www.idaraghufran.org

علم کے مینار مفتی غلام بلال

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

امت کے علماء وفقہاء (قسط13)

گزشتہ اقساط میں فقہ حنفی کی امہاتُ الکتب، اوراس سلسلہ میں متقدمین اورمتاخرین کے متون ودیگر کتب کا تفصیلی تعارف وذکر کیا گیا، آگے بڑھنے سے پہلے بطورِ یادداشت ذیل میں ان کا مختصر خاکہ (خلاصۂ کلام) ذکر کیا جاتا ہے۔

فقہ حنفی کی اُمہاتُ الکتب

فقہ حنفی کے اصل مصادر کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے، یا پھر اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ علمائے احناف کے نزدیک مسائل تین طبقات پر مشتمل ہیں۔

(1)...... مسائلُ الاصول (ظاهرُ الرواية) (2)...... مسائلُ النوادر (نادرُ الرواية) (3)...... الفتاویٰ والواقعات

(1)...... مسائلُ الاصول (ظاهرُ الرواية)

مسائلُ الاصول کہ جن کو''**ظاهرُ الرواية**'' بھی کہا جاتا ہے، سے مراد وہ مسائل ہے، جو اصحابِ مذہب یعنی امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ سے تواتر اور مستند طریقہ پر مروی ہیں۔ [1] اور جن کتابوں میں ان مسائل کو جمع کر دیا گیا ہے''**کتب ظاهرُ الراوية**'' کہا جاتا ہے، جوکہ امام محمد رحمہ اللہ کی درج ذیل 6 کتابیں شمار ہوتی ہیں۔

(1)...... كتابُ المبسوط (2)...... الجامعُ الصغير (3)...... الجامعُ الكبير

(4)...... السيرُ الصغير (5)...... السيرُ الكبير (6)...... الزيادات [2]

---

[1] بعض حضرات نے ان کے ساتھ امام زفر اور حسن بن زیاد رحمہم اللہ کو بھی شامل کیا ہے۔

[2] کیونکہ ان کتب کو امام محمد رحمہ اللہ سے ثقہ حضرات نے روایت کیا ہے، اور ان کا ثبوت شہرت وتواتر اور مستند طریقہ سے بھی منقول ہیں، اس لیے ان کتب کو''اصول'' بھی کہا جاتا ہے۔ ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

(2)...... مسائلُ النوادر (نادرُ الروایۃ)

دوسری قسم کے وہ مسائل ہیں، جو ظاہرُ الراویۃ میں مذکور نہیں، بلکہ امام محمد رحمہ اللہ کی دیگر کتب میں مذکور ہیں، اوران کو غیر ظاہرُ الروایۃ بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ یہ مسائل اس درجہ شہرت وتواتر اور معتبر و مستند طریقہ پر مروی نہیں، جیسا کہ اصول کی 6 کتابوں میں مذکور ہیں، مسائل کی ان دوسری قسم کو ''مسائلُ النوادر ''اور''نادرُ الروایۃ'' بھی کہا جاتا ہے۔

ان میں امام محمد رحمہ اللہ سے روایت کردہ درج ذیل کتب شامل ہیں:

(1)......ہارونیاتؔ (2)......رقیاتؔ (3)......کیسانیات (4)......جرجانیاتؔ

اس کے علاوہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے دوسرے تلامذہ کی کتابیں بھی ''نوادر'' کہلاتی ہیں۔

(3)...... فتاویٰ اورواقعات

فتاویٰ اورواقعات سے مراد وہ مسائل ہیں کہ جن میں اصحابِ مذہب (امام ابوحنیفہ اورآپ کے بعد امام ابو یوسف اورامام محمد رحمہم اللہ) سے کوئی روایت منقول نہیں، جن کو بعد کے مشائخ ومجتہدین نے اجتہاد واستنباطِ احکام کے ذریعہ مرتب ومولف فرمایا، جو کہ امام ابو یوسف اورامام محمد کے اصحاب و تلامذہ یاان کے تلامذہ کے تلامذہ ہیں، ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ فقہ حنفی کے ایک مشہور فقیہ ''ابوالفضل محمد بن محمد بن احمد المروزی'' (المتوفیٰ:334)'' جو کہ ''حاکم شہید'' کے نام سے معروف ہیں، نے مذکورہ ''اصول'' کی کتابوں میں سے مکرر مسائل کو حذف کر کے، ان کو ''الکافی فی فروع الحنفیۃ'' کے نام سے مرتب کیا ہے، مذہب کو نقل کرنے میں یہ کتاب بڑی معتمد ہے، اوراس کتاب کو قبولِ عام بھی حاصل ہوا، بڑے بڑے علماء وفقہاء نے اس کی شروحات لکھیں، جن میں سب سے مشہور اور معتمد شرح ''شمس الائمہ سرخسی'' (المتوفیٰ:483) رحمہ اللہ نے ''المبسوط'' کے نام سے لکھی ہے، جس کو ''المبسوط للسرخسی'' بھی کہا جاتا ہے۔

[1] یادرہے کہ ان حضرات نے اُن مسائل کا استنباط کیا کہ جن کے متعلق اصحابِ مذہب سے کوئی روایت منقول نہیں تھی، لیکن کبھی کبھار ایسا بھی ہوا ہے کہ ان حضرات نے اپنے اپنے اجتہادات کی روشنی میں، قوی دلائل واسباب کی بناء پر اصحابِ مذہب کے خلاف بھی قول کیا۔

ان فتاویٰ میں جو کتاب سب سے پہلے سامنے آئی، وہ ''النوازل'' ہے، جو فقہ حنفی کے مشہور فقیہ ''ابواللیث سمرقندی'' (المتوفیٰ: 373ہجری) کی ہے، ان کے بعد دوسرے فقہائے کرام نے بھی بہت سے مجموعے مرتب کیے، ان کے علاوہ چند اہم کتب یہ بھی ہیں:

خلاصة الفتاویٰ (طاهر البخاری)، فتاویٰ قاضی خان، الفتاویٰ التاتارخانية، جامع الفتاوی، الفتاوی البزازية، الفتاویٰ الولوالجية، الفتاویٰ السراجية، الفتاویٰ الخيرية، الفتاویٰ الهندية، العقود الدرية فی تنقيح الفتاوی الحامدية، مختارات النوازل، النتف الفتاویٰ، الحاوی القدسی، وغيرها ذلک. ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

فقہ حنفی کے متون

فقہ حنفی میں متون سے مراد وہ مختصر کتابیں ہیں کہ جن کو کسی ماہر فقیہ نے لکھا ہو، اور پھر ان کتب کو اعتماد اور شہرت حاصل ہو چکی ہو، اور ان کتب کے مصنف راجح اقوال ہی نقل کرتے ہوں، اور ان کتب کو مختصر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کتب میں مختصر الفاظ کے اندر وسیع معانی کو سمو دیا گیا ہے، ان میں سے بعض تو بہت ہی مختصر ہیں، جب کہ بعض میں تھوڑی تفصیل بھی ہے۔

علمائے کرام کے نزدیک قبولیت وعدمِ قبولیت کے اعتبار سے متون مختلف زمانوں میں مختلف رہے ہیں، جیسا کہ متقدمین کے متون، اور متاخرین کے متون، اور متون کے معتمد اور غیر معتمد ہونے کے اعتبار سے بھی ان کی الگ الگ تفصیل ہے۔

اس طرح کے متون ومختصرات کو درج ذیل اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الأولى مسائل الأصول، وتسمى ظاهر الرواية أيضا، وهى مسائل مروية عن أصحاب المذهب، وهم أبو حنيفة وأبو يوسف ومحمد، ويلحق بهم زفر والحسن بن زياد وغيرهما ممن أخذ عن الإمام، لكن الغالب الشائع في ظاهر الرواية أن يكون قول الثلاثة وكتب ظاهر الرواية، كتب محمد الستة المبسوط والزيادات والجامع الصغير والسير الصغير والجامع الكبير، وإنما سميت بظاهر الرواية؛ لأنها رويت عن محمد بروايات الثقات، فهي ثابتة عنه إما متواترة أو مشهورة عنه.

الثانية مسائل النوادر، وهى المروية عن أصحابنا المذكورين لكن لا فى الكتب المذكورة، بل إما فى كتب أخر لمحمد كالكيسانيات والهارونيات والجرجانيات والرقيات، وإنما قيل لها غير ظاهر الرواية؛ لأنها لم ترو عن محمد بروايات ظاهرة ثابتة صحيحة كالكتب الأولى، وإما فى كتب محمد كالمحرر للحسن بن زياد وغيره ومنها كتب الأمالي المروية عن أبي يوسف..........الثالثة الواقعات، وهى مسائل استنبطها المجتهدون المتأخرون لما سئلوا عنها ولم يجدوا فيها رواية، وهم أصحاب أبي يوسف ومحمد وأصحاب أصحابهما، وهلم جرا، وهم كثيرون، فمن أصحابهما مثل عصام بن يوسف وابن رستم ومحمد بن سماعة وأبى سليمان الجرجاني وأبى حفص البخاري، ومن بعدهم مثل محمد بن سلمة ومحمد بن مقاتل ونصير بن يحيى وأبى النصر القاسم بن سلام .وقد يتفق لهم أن يخالفوا أصحاب المذهب لدلائل وأسباب ظهرت لهم، وأول كتاب جمع فى فتواهم فيما بلغنا كتاب النوازل للفقيه أبي الليث السمرقندى، ثم جمع المشايخ بعده كتبا أخر كمجموع النوازل والواقعات للناطفي والواقعات للصدر الشهيد، ثم ذكر المتأخرون هذه المسائل مختلطة غير متميزة كما فى فتاوى قاضى خان والخلاصة وغيرهما، وميز بعضهم كما فى كتاب المحيط لرضى الدين السرخسى، فإنه ذكر أولا مسائل الأصول ثم النوادر ثم الفتاوى ونعم ما فعل......(مقدمة رد المحتار، ج ۱، ص ۶۹)

(1)......متقدمین کے متون (2)......متاخرین کے متون [1]

(3)......جامع متون (4)......متونِ صغیرہ (5)......دورِ جدید کی فقہی کتب/انسائیکلوپیڈیا

(1)......متقدمین کی متون

یہ وہ کتابیں ہیں کہ جن کو متقدمین فقہاء نے تحریر کیا ہے، جس میں درج ذیل کتب شامل ہیں:

(1)...... **مختصرُ الطحاوی** (امام ابو جعفر الطحاوی، م 321ھـ)

(2)...... **کتابُ الکافی** (ابو الفضل محمد بن محمد بن احمد المروزی ، م 334 ھـ)

(3)...... **مختصرُ الکرخی** (ابو الحسن عبید الله بن حسین الکرخی ، م 340 ھـ)

(4)...... **مختصرُ القدوری** (ابوالحسین احمد بن محمد القدوری ، م 428 ھـ)

(2)......متاخرین کی متون

یہ وہ کتابیں ہیں کہ جن کو متاخرین فقہاء نے تحریر کیا ہے، جس میں درج ذیل کتب شامل ہیں:

(1)...... **الوقاية** (برهانُ الشريعة محمود بن احمد المحبوبی، م 673 ھـ)

(2)...... **المختار** (عبدالله بن محمود بن مودود الموصلی الحنفی، م 683 ھـ)

---

[1] ان متون کو ''متونِ معتبرہ'' اور ''متونِ معتمدہ'' بھی کہا جاتا ہے، اور یہ متون آج بھی فقہ حنفی میں اسی اصطلاح سے مشہور ہیں۔
كأصحاب المتون المعتبرة من المتأخرين، مثل صاحب الكنز، وصاحب المختار، وصاحب الوقاية، وصاحب المجمع، وشأنهم أن لا ينقلوا الأقوال المردودة والروايات الضعيفة (رد المحتار، ج ١، ص ٧٧، تحت المقدمة)

ثم المراد بالمتون في قولهم: ما في المتون مقدم، ليس جميع المتون، بل المختصرات التي ألفها حذاق الأئمة، وكبار الفقهاء المعروفين بالعلم والزهد والفقه والثقة في الرواية، كأبي جعفر الطحاوي والكرخي والحاكم الشهيد والقدوري، ومن في هذه الطبقة.

وقد كثر اعتماد المتأخرين على (الوقاية) لبرهان الشريعة، و(كنز الدقائق) لأبي البركات حافظ الدين عبد الله بن أحمد النسفي، المتوفى سنة عشرة وسبعمئة، و(المختار) لأبي الفضل مجد الدين عبد الله بن محمود الموصلي، المتوفى سنة ثلاث وثمانين وستمئة، و(مجمع البحرين) لمظفر الدين أحمد بن علي البغدادي المتوفى سنة أربع وتسعين وستمئة، و(مختصر القدوري) لأحمد بن محمد المتوفى سنة ثمان وعشرين وأربعمئة؛ وذلك لما علموا من جلالة مؤلفيها، والتزامهم إيراد مسائل معتمد عليها.

وأشهرها ذكرا، وأقواها اعتمادا: (الوقاية)، و(الكنز)، و(مختصر القدوري)، وهي المراد بقولهم: المتون الثلاثة، وإذا أطلقوا المتون الأربعة أرادوا هذه الثلاثة: و(المختار)، أو (المجمع) (عمدة الرعاية بتحشية شرح الوقاية، ج ١، ص ٤٠ و ٤١، مقدمة العمدة)

www.idaraghufran.org

(3)...... **مجمع البحرین** (مظفر الدین احمد بن علی، ابن الساعاتی ، م 694 ھ)

(4)...... **کنزُ الدقائق** (ابو البرکات حافظ الدین عبدالله ابن احمد نسفی، م 710 ھ)

(5)...... **النقایة** (مختصر الوقایة، عبید اللّٰہ بن مسعود المحبوبی الحنفی، م747 ھ) [1]

(3)......جامع متون

اس سے مراد وہ کتبِ متون ہیں کہ جن میں تمام فقہی جزئیات کومختصر انداز میں یکجا کردیا گیا ہے، یا پھران کتابوں میں فقہ حنفی کی امہات الکتب،متونِ معتمدہ وغیر ہاذالک کے مسائل کومتون کی طرز پر جمع کردیا گیا ہے، جن کی ایک اپنی تفصیل ہے،مگر ذیل میں صرف چند ایک مشہور ومعروف مگر متداول کتب کوہی شامل کیا گیا ہے۔ [2]

(1)...... **الفقهُ النافع** (ناصر الدین أبی القاسم محمد بن یوسف السمرقندی، م 556 ھ)

---

[1] كأصحاب المتون المعتبرة من المتأخرين، مثل صاحب الكنز، وصاحب المختار، وصاحب الوقاية، وصاحب المجمع، وشأنهم أن لا ينقلوا الأقوال المردودة والروايات الضعيفة (رد المحتار، ج ۱، ص ۷۷، تحت المقدمة)

ثم المراد بالمتون في قولهم: ما في المتون مقدم، ليس جميع المتون، بل المختصرات التي ألفها حذاق الأئمة، وكبار الفقهاء المعروفين بالعلم والزهد والفقه والثقة في الرواية، كأبي جعفر الطحاوي والكرخي والحاكم الشهيد والقدوري، ومن في هذه الطبقة.

وقد كثر اعتماد المتأخرين على (الوقاية) لبرهان الشريعة، و(كنز الدقائق) لأبي البركات حافظ الدين عبد الله بن أحمد النسفي، المتوفى سنة عشرة وسبعمئة، و(المختار) لأبي الفضل مجد الدين عبد الله بن محمود الموصلي، المتوفى سنة ثلاث وثمانين وستمئة، و(مجمع البحرين) لمظفر الدين أحمد بن علي البغدادي المتوفى سنة أربع وتسعين وستمئة، و(مختصر القدوري) لأحمد بن محمد المتوفى سنة ثمان وعشرين وأربعمئة؛ وذلك لما علموا من جلالة مؤلفيها، والتزامهم إيراد مسائل معتمد عليها.

وأشهرها ذكرا، وأقواها اعتمادا: (الوقاية)، و(الكنز)، و(مختصر القدوري)، وهي المراد بقولهم: المتون الثلاثة، وإذا أطلقوا المتون الأربعة أرادوا هذه الثلاثة: و(المختار)، أو (المجمع) (عمدة الرعاية بتحشية شرح الوقاية، ج ۱، ص ۴۰ و ۴۱، مقدمة العمدة)

[2] ملحوظ رہے کہ کتبِ فقہ میں فقہ حنفی کے مشہور ومعروف متون کے علاوہ چند اور متون کا ذکر بھی ملتا ہے، جو کہ ماقبل میں ذکر کردہ متقدمین اور متاخرین کے تالیف کردہ متون کے علاوہ ہیں، تاہم ان متون کو بھی متاخرین علماء ہی نے تالیف فرمایا، اور یہ متون بھی باقی متون کی طرح مشہور ومعروف اور علماء وفقہاء میں متداول ہیں، جن کے کتب میں حوالے بکثرت ملتے ہیں، اگرچہ ان کو اُس شمار میں نہیں لایا گیا کہ جن میں متونِ معتمدہ کو شمار کیا گیا، لیکن چونکہ یہ بھی ان متون کی طرح ایک ''جامع متون'' ہیں، اور متاخرین علماء کے ہی تالیف کردہ ہیں، اور فقہاء وعلماء ان سے علمی اعتناء بھی کرتے ہیں، اوران متون کو بھی فقہ حنفی میں ایک خاص مقام حاصل ہے، اس لیے ان متون کا ذکر بھی ضروری ہے۔

(2)...... **تحفۃُ الفقهاء** (ابو بكر محمد بن احمد علاء الدين السمرقندى، م 575 هـ)

(3)...... **بدايةُ المبتدى** (ابوالحسن على بن أبى بكر المرغينانى، م 593 هـ)

(4)...... **عيونُ المذاهب الاربعة، الكاملى** (قوام الدين الكاكى ، م 749هـ)

(5)...... **غررُ الحكام** (محمد بن فرامرز بن على الشهير بملا خسرو، م 885 هـ)

(6)...... **مواهبُ الرحمن** (ابراهيم طرابلسى، م 922 هـ)

(7)...... **مخزنُ الفقة** (موسىٰ بن موسىٰ الأماسى، م 936 هـ)

(8)...... **ملتقى الابحر** (ابراهيم بن محمد الحلبى، م 956 هـ)

(9)...... **تنويرُ الابصار وجامعُ البحار** (محمد بن عبدالله التمرتاشى ، م 1004 هـ) [1]

(4)......متونِ صغیرہ

یہاں تک تو ان کتب کا ذکر کیا گیا کہ جن میں فقہ حنفی کی امہاتُ الکتب، متونِ معتمدہ وغیر ہا ذالک کے مسائل اور فقہی جزئیات کو مختصر انداز میں متون کی طرز پر جمع کر دیا گیا ہے، تاہم ان متون کے علاوہ کچھ دیگر مختصر متون بھی ہیں کہ جن کو بھی ان ہی ادوار کے علماء وفقہاء نے تالیف کیا، اور یہ متون فقہ کے تمام ابواب کے بجائے صرف چند ایک ابواب کا احاطہ کیے ہوئے ہیں، جیسا کہ طہارت اور عبادات وغیرہ کے ابواب، جن میں سے چند ایک یہ ہیں۔

(1)...... **منيةُ المصلى** (علامه سديد الدين كاشغرى، م 705 هـ)

(2)...... **زادُ الفقير** (علامه ابنِ همام، م 861 هـ)

(3)...... **نورُ الايضاح** (حسن بن عمار الشرنبلالى، م 1069هـ)

(جاری ہے............)

---

[1] علامہ تمرتاشی رحمہ اللہ کی ''تنوير الابصار '' کی متعدد شروحات لکھی گئیں، جن میں علامہ علاء الدین حصکفی (م1088ھ) رحمہ اللہ کی شرح ''الدر المختار شرح تنوير الأبصار '' کو خاص مقام حاصل ہے، علامہ حصکفی کی مذکورہ شرح پر بھی متعدد حاشیہ جات لکھے گئے، جن میں پھر علامہ ابنِ عابدین شامی (م1252ھ) کا حاشیہ ''رد المحتار على الدر المختار شرح تنوير الابصار '' اپنی مثال آپ ہے۔

www.idaraghufran.org

تذکرۂ اولیاء حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (قسط64) مولانا محمد ریحان

اولیاءِ کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

حضرت عمر کے دور میں ذمیوں کا جزیہ (پہلا حصہ)

جزیہ ایک قسم کا سالانہ ٹیکس ہوتا ہے، جو اسلامی ریاست غیر مسلموں سے ان کے حقِ استقرار اور امن کی خاطر ان سے وصول کرتی ہے۔

جزیہ عاقل بالغ غیر مسلم مردوں سے، جو لڑنے کی صلاحیت رکھتے ہوں، وصول کرنے کا حکم ہے۔ اور عورتوں، بچوں اور مجنون وغیرہ سے وصول نہیں کیا جاتا۔ [1]

جزیہ کی تاریخِ مشروعیت میں اگرچہ اختلاف پایا جاتا ہے، تاہم اکثر حضرات کے نزدیک جزیہ سے متعلق قرآنی آیت نازل ہونے کے بعد ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلموں سے جزیہ وصول کیا۔

مگر جزیہ کی مختصر تاریخ کچھ اس طرح ملتی ہے کہ آٹھویں ہجری کے اواخر میں جب فتح مکہ ہو چکا، اور لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوتے چلے گئے، اسلام کا بول بالا ہوتا گیا، جزیرۂ عرب کو اسلامی جھنڈے تلے قرار ملا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہود ونصاریٰ سے قتال کا حکم دیا۔ جس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روم کے ساتھ قتال کی خاطر تیاریاں شروع کیں۔ حوالی مدینہ سے اعراب میں منادی کروائی گئی۔ اکثر لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پکار پر لبیک کہا۔ اور بعض لوگ مسلمانوں اور منافقین میں سے پیچھے رہ گئے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وقتاً فوقتاً ان

---

[1] جزیہ ایک ٹیکس ہے، جو مسلمان ریاست کے ان غیر مسلم شہریوں سے لیا جاتا ہے، جو لڑنے کی صلاحیت رکھتے ہوں، چنانچہ عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور تارک الدنیا مذہبی پیشواؤں سے جزیہ نہیں لیا جاتا۔ یہ درحقیقت ان کے پرامن طریقے سے اسلامی ریاست میں رہنے اور اسلامی ریاست میں شریک نہ ہونے کا ٹیکس ہے، جس کے عوض اسلامی حکومت ان کی جان ومال کی ذمہ داری لیتی ہے (روح المعانی)۔ (آسان ترجمہ قرآن ج۱ ص۵۷۳)

وهى المال الذى تعقد عليه الذمة لغير المسلم لأمنه واستقراره، تحت حكم الإسلام وصونه . (4)وتؤخذ كل سنة من العاقل البالغ الذكر، ولا تجب على الصبيان والنساء والمجانين اتفاقا، كما يشترط فى وجوبها: السلامة من الزمانة والعمى والكبر عند جمهور الفقهاء .وفى مقدارها ووقت وجوبها وما تسقط به الجزية وغيرها من الأحكام تفصيل وخلاف ينظر فى مصطلح(الموسوعة الفقهية الكويتية ج۷ ص۱۳۴)

غیر مسلموں سے جو لڑنے کے قابل تھے، جزیہ وصول کیا۔ ۱؎

۱؎ بعد أن تم فتح مكة في أواخر السنة الثامنة للهجرة، ودخل الناس في دين الله أفواجا واستقرت الجزيرة العربية على دين الله تعالى أمر الله سبحانه وتعالى رسوله الكريم بمجاهدة أهل الكتاب من اليهود والنصارى في قوله تعالى: } قاتلوا الذين لا يؤمنون بالله ولا باليوم لآخر ولا يحرمون ما حرم الله ورسوله ولا يدينون دين الحق من الذين أوتوا الكتاب حتى يعطوا الجزية عن يد وهم صاغرون

ولهذا جهز رسول الله صلى الله عليه وسلم لقتال الروم ودعا المسلمين إلى ذلك، وندب الأعراب الذين يسكنون حول المدينة المنورة إلى قتالهم، فأوعبوا معه واجتمع من المقاتلة نحو ثلاثين ألفا، وتخلف بعض الناس من أهل المدينة ومن حولها من المنافقين وغيرهم .وخرج رسول الله صلى الله عليه وسلم بمن معه يريد الشام في السنة التاسعة للهجرة، فبلغ تبوك ونزل بها، وأقام فيها نحوا من عشرين يوما، يبايع القبائل العربية على الإسلام، ويعقد المعاهدات مع القبائل الأخرى على الجزية إلى أن تم خضوع تلك المنطقة لحكم الإسلام .قال الطبرى عند تفسير آية الجزية: " نزلت على رسول الله صلى الله عليه وسلم في أمره بحرب الروم، فغزا رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد نزولها غزوة تبوك ."ثم ذكر أن هذا القول مروى عن مجاهد بن جبر بهذه الآية تم تشريع الجزية، وقد اختلف العلماء في وقت تشريعها تبعا لاختلافهم في وقت نزول الآية.

فذهب ابن القيم إلى أن الجزية لم تؤخذ من أحد من الكفار إلا بعد نزول آية سورة برائة في السنة الثامنة من الهجرة .وذهب ابن كثير في تفسيره إلى أن آية الجزية نزلت في السنة التاسعة للهجرة، حيث قال عند تفسيره للآية: هذه الآية الكريمة أول الأمر بقتال أهل الكتاب بعدما تمهدت أمور المشركين ودخل الناس في دين الله أفواجا واستقامت جزيرة العرب، أمر الله رسوله بقتال أهل الكتابين، وكان ذلك في سنة تسع .هذا ولم يأخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم جزية من أحد من الكفار قبل نزول آية الجزية، فلما نزلت أخذها من نصارى نجران، ومجوس هجر، ثم أخذها من أهل أيلة، وأذرح، وأهل أذرعات وغيرها من القبائل النصرانية التي تعيش في أطراف الجزيرة العربية .

وبعد أن أخذها صلى الله عليه وسلم من نصارى نجران ومجوس هجر أخذها من بعض القبائل اليهودية، والنصرانية في تبوك في السنة التاسعة للهجرة فأخذها من أهل أيلة حيث قدم يوحنا بن رؤبة على رسول الله صلى الله عليه وسلم في تبوك، وصالحه على كل حالم بالغ بأرضه في السنة دينار، واشترط عليهم قرى من مر بهم من المسلمين، وكتب لهم كتابا بأن يحفظوا ويمنعوا .وأخذها من أهل أذرح وأهل الجرباء وأهل تبالة وجرش، وأهل أذرعات (وأهل مقنا ، وكان أهلها يهودا، فصالحهم رسول الله صلى الله عليه وسلم على ربع غزولهم وثمارهم وما يصطادون على العروك .

وأخذها رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد ذلك من أهل اليمن، حيث أرسل معاذ بن جبل إليهم .فقال معاذ: " بعثني رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى اليمن وأمرني أن آخذ من كل حالم دينارا ."

وروى أبو عبيد كتاب الرسول إلى أهل اليمن حيث جاء فيه: من محمد إلى أهل اليمن . .وأنه من أسلم من يهودى أو نصرانى فإنه من المؤمنين، له ما لهم وعليه ما عليهم، ومن كان على يهوديته أو نصرانيته فإنه لا يفتن عنها وعليه الجزية(الموسوعة الفقهية الكويتية ج١٥ ص١٥٥،١٥٦ مادة: جزية)

www.idaraghufran.org

پیارے بچو! مولانا محمد ریحان

اچھی دوستی

پیارے بچو! احمد ایک اچھی طبیعت کا لڑکا تھا۔ایک دن وہ اپنے اسکول کے دوستوں کے ساتھ سکول کے گراؤنڈ میں فٹ بال کھیل رہا تھا۔احمد نے دیکھا کہ کونے میں ایک لڑکا کھڑا ہوا ہے اور انہیں کھیلتا دیکھ رہا ہے۔احمد کو اس بات کا علم تھا کہ وہ لڑکا ان کی کلاس میں نیا ہے۔

احمد یہ کہتے ہوئے سوچنے لگا ''وہ کچھ غمگین لگ رہا ہے''،احمد نے یہ سب کچھ محسوس کرلیا جبکہ اس کے دوستوں نے اس بات کو محسوس تک نہ کیا۔

اسامہ نے کہا ''یہ نیا طالب علم کتنی بڑائی جتانے والا ہے''

حمزہ نے کہا ''صحیح کہا، یہ تو کلاس کے کسی بھی لڑکے سے بات کرنے کو تیار نہیں''

پھر ایک ایک کر کے سارے طالب علموں نے اس سے ناواقفی کا اظہار کیا۔

احمد گھر آ گیا اور گھر میں وہ اس غم بھرے منظر کو بھلا نہ پا رہا تھا جو اس نے نئے طالب علم کے چہرے پر دیکھا تھا۔

اور احمد نے اس بات کی خبر اپنے والد اور اپنے بڑے بھائی کو کردی۔احمد کے والد نے اس سے پوچھا:

''آپ اس بچے کے قریب کیوں نہ گئے اور اس کو خوش آمدید کیوں نہ کہا؟ مجھے تو اس بات کا یقین ہے کہ وہ اپنے آپ کو تنہا محسوس کر رہا ہوگا''

احمد کے بڑے بھائی محمد نے اپنے والد کو کہا ''صحیح کہا آپ نے ابا جان! میں تو اب تک اس دن کو یاد کرتا ہوں جب ہم اس نئے محلے میں آئے تھے،اور میں اپنے آپ کو کتنا تنہا محسوس کر رہا تھا۔''

احمد نے اپنے بڑے بھائی سے کہا ''لیکن اب تو آپ کے بہت سارے اچھے اور نیک دوست ہیں آپ نے ان کی دوستی کیسے حاصل کی؟''

احمد کو اس کے بڑے بھائی نے کہا:

''ایک دن میں اسکول گیا اور اپنے ساتھ اچھی اچھی کہانیوں کی کتاب لے گیا، پھر کلاس میں کسی بھی طالب علم کی یہ ہمت نہ ہوئی کہ وہ ہمارے آڑے آئے، اور ایک ایک کر کے سارے طالب علم ہمارے اردگرد جمع ہوگئے، اور اس طرح وہ سب میرے دوست بن گئے۔''

احمد نے کہا: ''آپ تو پسندیدہ اور خوش اخلاق ہو بھائی! آپ نے تو بہت ہی کم وقت میں اتنے سارے اچھے اور نیک دوست بنا لئے۔'' احمد کو اس کے بڑے بھائی نے ہاتھ میں پکڑے سیب کو دانتوں سے کاٹتے ہوئے، جواب دیا ''اس کا انحصار تو اس بات پر ہے کہ آپ ان سے کیسے بات کرتے ہو، ہمت کرو اور بغیر ہچکچائے اس سے بات کرو۔''

احمد کے والد نے اس سے کہا: ''میں بچپن میں آپ کے بھائی جیسا ذہین نہیں تھا، کچھ دن میں بھی اکیلا رہا اور میرا کوئی دوست نہیں تھا، اور میں اتنی ہمت بھی نہ کر سکتا تھا کہ بچوں میں سے کسی کے پاس جاؤں اور جا کر دوستی کا ہاتھ بڑھاؤں، اور ایک بچہ نے میرے ساتھ مہربانی کا معاملہ کیا اور میرے پاس آیا اور مجھے کہا کہ خوش آمدید۔ اسی طرح آہستہ آہستہ نیک اور اچھے بچے میرے دوست بڑھتے گئے۔''

احمد کے بڑے بھائی محمد نے دوبارہ سے احمد کو نصیحت کی اور کہا: ''اسی طرح آپ کے لیے پہلا قدم اٹھانا ضروری ہے اور بغیر دیر کیے اپنے نئے دوست کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاؤ۔'' اگلے ہی دن احمد نے اسی لڑکے کو دیکھا کہ وہ ان کے نزدیک کھڑا ہوا انہیں دیکھ رہا ہے، تو احمد نے زور سے کہا: ''خوش آمدید! میں احمد ہوں''۔ یہ سن کر اس لڑکے نے بھی زور سے پکارا: ''آپ کو بھی، میں محمود ہوں''۔ احمد نے محمود کو فٹ بال پاس کیا اور اسے بھی اپنے کھیل میں شامل کر لیا۔

پیارے بچو! یہ بہت اچھی عادت ہے کہ آپ کسی نئے آنے والے بچے کا استقبال کریں تا کہ وہ بھی آپ کی جماعت کا ایک حصہ بن جائے۔ آپ بھی یہ بات بخوبی جانتے ہوں گے کہ کبھی کبھار آپ اسی طرح کی حالت میں ہوتے ہوں گے تو ہمت سے کام لیتے ہوئے دوسروں سے محبت والے سلوک سے پیش آئیں۔

مفتی طلحہ مدثر

وراثت میں خواتین کے حقوق واختیارات (آخری حصہ)

معزز خواتین! ترکہ سے کون کون سے شرعی حقوق متعلق ہوتے ہیں، اوران کی ترتیب کیا ہے، اس کی تفصیل ہم ملاحظہ کرچکے ہیں، ترکہ میں سب سے آخری حق ،مرحوم کے ورثاء کے درمیان شرعی اعتبار سے ان کے حصوں کی تقسیم ہے، جیسا کہ ہم نے ترکہ سے متعلق حقوق میں دیکھا، کہ سب حقوق یکساں نہیں ہیں، بلکہ درجہ بدرجہ ان کی ایک ترتیب ہے، اس طرح وارثین میں بھی تمام وارثین کا حق یکساں نہیں ہوتا، بلکہ ان میں بھی درجات ہیں۔

ذَوِی الْفُرُوض

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کچھ وارثین کے حصے خود مقرر کردیے ہیں، مثلاً کسی کا آدھا حصہ، کسی کا چوتھائی، کسی کا آٹھواں، کسی کا چھٹا حصہ وغیرہ، جن افراد کے حصے مقرر کیے گئے ہیں، ان افراد کو''ذوی الفروض'' یا''اصحاب الفروض'' وغیرہ کہا جاتا ہے، یعنی ذوی الفروض کا آسان الفاظ میں معنی ہوں گے،''ایسے افراد جن کا میراث میں حصہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر شدہ ہے''، میراث میں سب سے پہلے ذوی الفروض کے حصے ادا کیے جاتے ہیں، ذوی الفروض میں مرد بھی شامل ہیں اور عورتیں بھی، چنانچہ آٹھ خواتین ایسی ہیں، جن کا شمار ذوی الفروض میں ہوتا ہے، فوت ہونے والے کی بیوی، بیٹی، پوتی، سگی بہن، باپ شریک بہن (یعنی فوت ہونے والے شخص اور اسکی والدہ الگ الگ ہو، لیکن والد ایک ہو) ماں شریک بہن (یعنی فوت ہونے والے شخص اور اس کا والد الگ الگ ہو، لیکن والدہ ایک ہو)، ماں اور جدہ (عربی میں جدہ نانی اور دادی دونوں کو کہا جاتا ہے)۔

عَصَبَات

عصبہ سے مراد ایسے وارث ہوتے ہیں، جن کا کوئی خاص حصہ مثلا چوتھا، آٹھواں، چھٹا وغیرہ مقرر

نہیں ہوتا، بلکہ اگر ذوی الفروض نہ ہوں تو ساری میراث ان ہی کو مل جاتی ہے،اور اگر ذوی الفروض ہوں،تو ان کا حصہ نکال دینے کے بعد سارا کا سارا مال ان کو مل جاتا ہے،خواتین میں عصبہ صرف چار خواتین ہیں،فوت ہونے والے کی سگی بیٹی، پوتی، سگی بہن اور باپ شریک بہن۔
ان خواتین کا اگرچہ اپنا حصہ بھی مقرر ہے، اسی وجہ سے ان کا شمار پہلی قسم میں بھی کیا گیا تھا،لیکن مخصوص صورتوں میں ان کو خاص حصہ کے بجائے عصبہ ہونے کی بنیاد پر ترکہ مل جاتا ہے،اس لیے ان کو عصبات میں بھی شمار کیا جاتا ہے۔

ذَوِی الاَرْحَام

ایسے رشتہ دار جن کا نہ تو حصہ مقرر شدہ ہے، اور نہ ہی وہ عصبات میں شمار ہوتے ہیں، ذوی الارحام کہلاتے ہیں، جیسے ماموں، نانا، بھانجا، بھانجی، بھتیجی، خالہ، پھوپھی وغیرہ، اکثر اوقات فوت ہونے والے شخص کا پہلی دو قسموں میں سے کوئی نہ کوئی رشتہ دار حیات ہوتا ہے، جس کی وجہ سے ایسے وارثین، وراثت سے محروم ہی رہتے ہیں، لیکن بالفرض اگر کسی شخص کا پہلی دو قسموں میں سے کوئی رشتہ دار حیات نہ ہو،تو ایسی صورت میں ،اس قسم میں شامل افراد کو بھی میراث میں سے حصہ دیا جائے گا۔

وراثت سے محرومی

وراثت میں تمام وارثین ایک درجہ کے نہیں ہوتے ، بلکہ کچھ وارثین مقدم ہوتے ہیں، جن کی وجہ سے دیگر وارثین کے حصہ میں کمی ہوتی ہے، یا وہ وراثت سے محروم ہو جاتے ہیں، مثلاً فوت ہونے والے شخص کی اگر سگی نرینہ اولاد زندہ ہو،تو اس نرینہ اولاد کی وجہ سے بہت سی خواتین اپنے حصہ سے محروم ہو جاتی ہیں، جیسے بہن، پوتی، وغیرہ۔
لیکن تین خواتین ایسی ہیں، جو میراث سے کسی صورت میں محروم نہیں ہوسکتیں، اگر وہ حیات ہیں،تو میراث میں ان کا شرعی حصہ ضرور موجود ہوگا،کسی دوسرے وارث کی وجہ سے ان کے حصہ میں کمی تو واقع ہوسکتی ہے،لیکن مکمّل طور پر میراث سے محروم کسی صورت میں نہیں ہوں گی۔

پہلی خاتون فوت ہونے والے کی والدہ، دوسری فوت ہونے والے کی بیوی، اور تیسری فوت ہونے والے کی بیٹی، یہ تینوں خواتین وراثت سے کبھی محروم نہیں ہوسکتیں، جیسا کہ شوہر، والد اور بیٹا کبھی بھی وارثت سے محروم نہیں ہوسکتے، اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں ان افراد کو اپنی جائیداد سے عاق اور بے دخل کردے، تب بھی شرعاً ان کا حصہ ختم نہیں ہوتا۔

وارثین کے مختلف حالات

وارثین کے میراث میں حصہ کے حوالے سے مختلف حالات ہیں، تمام حالات میں یکساں حصہ نہیں ملتا، ماں، بیوی اور بیٹی کے علاوہ دیگر خواتین تو محروم بھی ہوجاتی ہیں، جبکہ یہ تین خواتین محروم نہیں ہوتیں، لیکن ان کے حصہ میں کمی ہوجاتی ہے، ان خواتین کے مکمل حالات تو تفصیل طلب ہیں، یہاں مختصراً ذوی الفروض میں موجود خواتین کے حصہ ملاحظہ فرمائیں۔

بیوی: ......فوت ہونے والی کی اولاد ہو، تو بیوی کو آٹھواں حصہ ملتا ہے، ورنہ چوتھا حصہ ملتا ہے۔

ماں: ......فوت ہونے والے شخص کی اولاد میں سے کوئی موجود ہو، یا میت کے بہن، بھائیوں میں سے کوئی دو موجود ہوں (خواہ دونوں بہنیں ہوں، دونوں بھائی ہوں، یا ایک بہن اور ایک بھائی ہو) تو ماں کو چھٹا حصہ ملتا ہے، اور بعض صورتوں میں کل ترکہ کا ایک تہائی اور بعض صورتوں میں خاوند یا بیوی کا حصہ نکالنے کے بعد باقی ترکہ کا ایک تہائی دیا جاتا ہے۔

بیٹی: ......اگر صرف ایک بیٹی ہو بیٹا کوئی نہ ہو، تو اس کو آدھا حصہ ملتا ہے، اگر ایک سے زیادہ ہوں، تو ان سب کو مشترکہ طور پر دو تہائی (یعنی تین میں سے دو حصہ ملتے ہیں)، اور فوت ہونے والے کا بیٹا بھی موجود ہو، تو پھر بیٹی کا کوئی خاص حصہ نہیں ہوتا، بلکہ وہ بھائی کے ساتھ مل کر عصبہ ہوتی ہے۔

پوتی: ......میت کی سگی نرینہ اولاد موجود ہو، یا بیٹیاں ایک سے زیادہ ہوں، تو پوتی میراث سے محروم ہوجاتی ہے، اگر یہ موجود نہ ہوں اور پوتی ایک ہو، تو اس کو آدھا حصہ ملتا ہے، اگر ایک سے زیادہ ہوں، تو مشترکہ طور پر دو تہائی ملتا ہے، اگر میت کی ایک بیٹی ہو، تو پوتی کو چھٹا حصہ ملتا ہے، جبکہ بعض صورتوں میں میراث سے محروم اور بعض صورتوں میں عصبہ بھی بن جاتی ہے۔

سگی بہن:......فوت ہونے والے کا باپ، بیٹا، یا دادا موجود ہوں، تو سگی بہن وراثت سے محروم رہے گی، اگر یہ افراد نہ ہوں، اور بہن ایک ہو تو اس کو آدھا حصہ اور اگر ایک سے زیادہ ہوں، تو دو تہائی ملتا ہے، جبکہ بعض صورتوں میں بہن عصبہ بن جاتی ہے۔

باپ شریک بہن:......بعض صورتوں میں میراث سے محروم اور بعض صورتوں میں عصبہ بن جاتی ہے، جبکہ دیگر صورتوں میں اسے، آدھا، چھٹا، یا مشترکہ طور پر دو تہائی حصہ ملتا ہے۔

ماں شریک بہن:......فوت ہونے والے کا اگر باپ، دادا یا اولاد میں سے کوئی موجود ہو، تو ماں شریک بہن محروم رہے گی، اگر ان افراد میں سے کوئی موجود نہ ہو، اور بہن ایک ہو تو اس کو چھٹا حصہ ملے گا، اگر ایک سے زیادہ بہن یا بھائی ہوں تو مشترکہ طور پر ایک تہائی حصہ ملے گا، جو ان میں برابر تقسیم ہوگا، یعنی مرد کو دوگنا حصہ نہیں ملے گا، بلکہ عورت کے برابر ہی حصہ ملے گا۔

جدہ:......عربی میں دادی اور نانی دونوں کو کہا جاتا ہے، لیکن میراث کے مسائل میں جدہ سے مراد خاص خاتون ہوتی ہے، ہر قسم کی نانی اور دادی کو میراث میں حصہ نہیں ملتا، جدہ کے مسائل بہت وضاحت طلب ہیں، مختصراً یہ کہ مخصوص شرائط کے پائے جانے پر جدہ کو چھٹا حصہ ملتا ہے، جو کبھی پورا کا پورا ملتا ہے، اور کبھی مشترکہ طور پر ملتا ہے۔

ماہِ شعبان کی خاص فضیلت

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! شعبان کے مہینے میں جتنے آپ (نفل) روزے رکھتے ہیں، میں نے آپ کو کسی اور مہینے میں اتنے (نفلی) روزے رکھتے نہیں دیکھا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ رجب اور رمضان کے درمیان وہ مہینہ ہے جس سے لوگ غافل ہو جاتے ہیں اور اس مہینہ میں اللہ ربُّ العالمین کی بارگاہ میں اعمال اٹھائے جاتے ہیں، تو میں یہ چاہتا ہوں کہ جب میرے اعمال اُٹھائے جائیں تو میں روزے سے ہوں۔

(سنن نسائی، حدیث نمبر 2357)

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ شعبان کے مہینہ میں لوگوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کئے جاتے اور اُٹھائے جاتے ہیں، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کے مہینے میں کثرت سے روزے رکھتے تھے۔ مگر دوسری بعض احادیث میں پندرہ شعبان کے بعد روزے رکھنے سے منع کیا گیا ہے، اس قسم کی احادیث میں غور وفکر کرتے ہوئے فقہائے احناف نے فرمایا کہ پندرہ شعبان کے بعد روزے رکھنا اس صورت میں ممنوع ہوگا، جبکہ یہ عام نفلی روزے ہوں، قضاء یا واجب روزے نہ ہوں اور اس کے ممنوع ہونے کی وجہ یہ ہے تا کہ شعبان کے آخری دنوں میں روزے رکھنے کی وجہ سے رمضان کے روزے رکھنے میں ضعف اور کمزوری نہ ہو جائے۔

پندرہ شعبان کی رات میں اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت کا متوجہ ہونا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک لمبی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَنْزِلُ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا، فَيَغْفِرُ لِأَكْثَرَ مِنْ عَدَدِ شَعْرِ غَنَمِ كَلْبٍ.

ترجمہ: اللہ عزّ وجل پندرہ شعبان کی رات میں آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتے ہیں، پھر بنوکلب (قبیلہ) کی بکریوں کے بالوں کی تعداد سے بھی زیادہ لوگوں کی بخشش فرماتے ہیں (سنن الترمذی، حدیث نمبر739)

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ:

هٰذِهٖ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ، إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَطَّلِعُ عَلٰى عِبَادِهٖ فِيْ لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَيَغْفِرُ لِلْمُسْتَغْفِرِيْنَ، وَيَرْحَمُ الْمُسْتَرْحِمِيْنَ، وَيُؤَخِّرُ أَهْلَ الْحِقْدِ كَمَا هُمْ .

ترجمہ: یہ پندرہ شعبان کی رات ہے، اللہ عزّ وجل پندرہ شعبان کی رات میں اپنے بندوں پر توجہ (یعنی خصوصی رحمت کی نظر) فرماتے ہیں، پس بخشش چاہنے والوں کی بخشش فرماتے ہیں، اور رحم چاہنے والوں پر رحم فرماتے ہیں، اور کینہ (وبغض) رکھنے والوں کو اُن کی حالت پر چھوڑ دیتے ہیں (شعب الایمان للبیھقی، حدیث نمبر3554)

بغض وکینہ رکھنے والے کی بخشش نہیں کی جاتی جب تک وہ دل صاف نہ کرلیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کے دروازے پیر اور جمعرات کے دن کھولے جاتے ہیں، اور ہر ایسے بندے کی بخشش کی جاتی ہے، جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہیں کرتا، مگر اس آدمی کی بخشش نہیں کی جاتی، کہ اس کے اور اس کے (مسلمان) بھائی کے درمیان کینہ ہو، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان دونوں کو رہنے دو یہاں تک کہ یہ کینہ ختم کرلیں، ان دونوں کو رہنے دو یہاں تک کہ یہ کینہ ختم کرلیں، ان دونوں کو رہنے دو یہاں تک کہ یہ کینہ ختم کرلیں (یہ بات تین مرتبہ ارشاد فرماتے ہیں)(مسلم، حدیث نمبر2565)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک لمبی روایت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں کہ:

هٰـذِهِ الـلَّيْلَةُ، لَيْلَةُ النِّصفِ مِنْ شَعْبَانَ يَنْزِلُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْهَا إِلَى السَّمَاءِ الـدُّنْيَـا فَيَـغْفِرُ لِعِبَادِهِ إِلَّا الْمُشْرِكَ والْمُشَاحِنَ (شعب الایمان للبیهقی، حدیث نمبر 3557)

ترجمہ: یہ رات، پندرہ شعبان کی رات ہے، جس میں اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتے ہیں، پس اپنے بندوں کی بخشش فرماتے ہیں، سوائے مشرک اور بغض (وکینہ) رکھنے والے کے (بیہقی)

کسی مسلمان بھائی کی طرف اسلحہ لہرانے اور اس کو ڈرانے کی مذمت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا یُشِیْرُ أَحَدُکُمْ إِلٰی أَخِیْہِ بِالسِّلَاحِ، فَإِنَّہٗ لَا یَدْرِیْ أَحَدُکُمْ لَعَلَّ الشَّیْطَانَ یَنْزِعُ فِیْ یَدِہٖ فَیَقَعُ فِیْ حُفْرَۃٍ مِّنَ النَّارِ.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی بھی ہرگز اپنے (مسلمان) بھائی پر اسلحہ سے اشارہ نہ کرے، ہوسکتا ہے کہ شیطان اس کے ہاتھ سے وہ (اسلحہ یا اس کی گولی وغیرہ) چھڑوادے (اور مسلمان بھائی کو لگ کر اُسے زخمی یا ہلاک کردے) پس (اس طرح یہ اسلحہ لہرانے والا) جہنم کے گڑھوں میں سے کسی گڑھے میں جا گرے (مسلم، حدیث نمبر 2617 ''126'')

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مَنْ حَمَلَ عَلَیْنَا السِّلَاحَ فَلَیْسَ مِنَّا.

ترجمہ: جس نے ہم پر اسلحہ اٹھایا، تو وہ ہم میں سے نہیں (بخاری، حدیث نمبر 7070)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنا تو درکنار بلکہ ہنسی مذاق اور کھیل میں بھی کسی مسلمان کو اس طرح کے عمل سے ڈرانا، خوف زدہ کرنا، یا اس کی طرف اسلحہ سے اشارہ کرنا، جائز نہیں، جیسا کہ آج کل کھیل کھیل میں کتنے ہی نقصانات ہوجاتے ہیں۔

آپ کے دینی مسائل کاحل ادارہ

’’عمل بالحدیث‘‘ کاحکم(قسط13)

شیخ صالح بن محمدالعَمْری الفُلّانی مذکورہ کتاب میں ہی ایک مقام پرفرماتے ہیں کہ:

قال شيخ مشايخنا محمد حياة السندى اللازم على كل مسلم أن يجتهد فى معرفة معانى القرآن وتتبع الأحاديث وفهم معانيها واخراج الأحكام منها .

فإن لم يقدر فعليه أن يقلد العلماء من غير التزام مذهب لأنه يشبه اتخاذه نبيا.

وينبغي له أن يأخذ بالأحوط من كل مذهب ويجوز له الأخذ بالرخص عند الضرورة وأما بدونها فالأحسن الترك .

أما ما أحدثه أهل زماننا من التزام مذاهب مخصوصة لا يرى ولا يجوز كل منهم الانتقال من مذهب الى مذهب فجهل وبدعة وتعسف.

وقد رأيناهم يتركون الأحاديث الصحاح غير المنسوخة ويتعلقون بمذاهبهم من غير سند انا لله وانا اليه راجعون انتهى.

قلت وقوله يشبه اتخاده نبيا ألخ بل هو عين اتخاده ربا على ما تقدم فى المقدمة عند تفسير قوله تعالى ”اتخذوا أحبارهم ورهبانهم أربابا من دون الله“ الآية من حديث عدى ابن حاتم وغيره .

وقد قال الشافعى ما من أحد الا ويذهب عليه سنة لرسول الله صلى الله عليه وسلم وتعزب عنه كما نقله العراقى عنه .

فاذا الزم نفسه تقليد مجتهد معين واتفق أن ذلک المجتهد فاته سنة دالة على تحريم شء فاجتهد فيه وأحله بإجتهاده من قياس أو

استحسان أو غير ذلک وبلغت السنة مجتهدا غيره فحرمه اتباعا للسنة وعلم هذا المقلد السنة المذكورة الدالة على تحريمه بواسطة المجتهد الآخر وقد ألزم نفسه تقليد الأول الذى أحله فصمم على تقليده بتحليله مع علمه بورود السنة الدالة على تحريمه ومنعه تقليد الأول اتباع السنة لاعتقاده عدم جواز الانتقال عن تقليد الأول فقد اتخذ الأول ربا من دون الله تعالى يحل له ما حرم الله ويحرم عليه ما أحل الله انا لله وانا اليه راجعون (إيقاظ همم أولى الأبصار للاقتداء بسيد المهاجرين والأنصار،ص ۱۹۲ ، المقصد الأول فيما قال الإمام أبو حنيفة وأصحابه أهل المناقب المنيفة ، باب من يصلح للفتویٰ ، الناشر: دارالفتح للنشر والتوزيع، الشارقة، الطبعة الاولیٰ ۱۹۹۷م)

ترجمہ: ہمارے شیخ المشائخ محمد حیات سندھی نے فرمایا کہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ قرآن کے معانی کی معرفت حاصل کرنے اوراحادیث کی تلاش وجستجو اوران کے معانی کی فہم اوران سے احکام کی تخریج میں جدوجہداورکوشش کرے۔

اوراگراس کی قدرت حاصل نہ ہو،تو وہ علماء کی تقلید کرے،بغیرکسی مذہب کے التزام کے،کیونکہ کسی (مجتہد) کے مذہب کاالتزام،اس کونبی بنانے کے مشابہ ہے۔

اوراس کے لیےمناسب یہ ہے کہ وہ ہرمذہب کےاحتیاطی پہلوکواختیارکرے،تاہم اس کوضرورت کےوقت رخصتوں کولیناجائزہے،لیکن بلاضرورت رخصتوں کولینے سے بچنا بہترہے۔ [1]

جہاں تک اس نوایجادامرکاتعلق ہے،جوہمارےزمانےکےلوگوں نے،مخصوص مذاہب کےالتزام کواختیارکرلیاہے،اوران میں سے ہرایک نہ توایک مذہب سے،دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہونے کوجائزسمجھتا،نہ اس رائے کواختیارکرتا،تو یہ جہالت اور بدعت اورتعصب ہے۔

[1] تتبعِ رخص کے متعلق دوسری عبارات میں تفصیل گزرچکی ہے،جس سے مذکورہ قول کی ترجیح معلوم ہوتی ہے۔محمدرضوان

www.idaraghufran.org

اورہم نے ان لوگوں کا یہ طرزِ عمل دیکھا کہ وہ صحیح غیر منسوخ احادیث کو ترک کردیتے ہیں، اوراپنے مذاہب کی باتوں کو بغیر سند کے اختیار کرلیتے ہیں ’’انا للّٰہ وانا الیہ راجعون‘‘ انتھٰی۔

مذکورہ عبارت میں جو یہ فرمایا کہ ’’اس کو نبی بنانے کے مشابہ ہے، آخر تک‘‘ میں اس کے بارے میں کہتا ہوں کہ یہ تو اس کو عین رب بنانا ہے، جیسا کہ مقدمہ میں اللہ تعالیٰ کے قول ’’اتخذوا أحبارهم ورهبانهم أربابا من دون الله‘‘ آیت کی تفسیر کے ذیل میں عدی بن حاتم وغیرہ کی حدیث کی روشنی میں گزر چکا ہے۔

اورامام شافعی نے فرمایا کہ کوئی بھی شخص ایسا نہیں ہے، جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو اختیار کرنا ضروری نہ ہو، جیسا کہ اس بات کو امام شافعی سے عراقی نے نقل کیا ہے۔

پس جب اپنے نفس کو کسی معین مجتہد کی تقلید کے ساتھ لازم کرلے، اوراس بات کا اتفاق ہوجائے کہ اس مجتہد سے کوئی سنت فوت ہوگئی ہے، جو کسی چیز کے حرام ہونے پر دلالت کرتی ہے، اوراس نے اس میں اجتہاد کرکے اپنے قیاس، یا استحسان وغیرہ والے اجتہاد کی رو سے اس کو حلال قرار دے دیا، اور دوسرے مجتہد کو یہ سنت پہنچ گئی، جس کی اتباع کرتے ہوئے، اس نے اس کو حرام قرار دے دیا، اوراس مقلد نے دوسرے مجتہد کے واسطے سے مذکورہ سنت کو جان لیا، جو اس کے حرام ہونے پر دلالت کرتی ہے، اور یہ اپنے نفس کو پہلے مجتہد کی تقلید کے ساتھ لازم کر چکا ہے، جس نے اس کو حلال قرار دیا ہے، اور وہ اس کی تقلید پر گونگا بہرا بن کر ڈٹا رہا، اوراس کے حرام ہونے پر دلالت کرنے والی سنت کے وارد ہونے کا علم بھی حاصل ہوا، اوراس کو پہلے مجتہد کی تقلید نے سنت کی اتباع کرنے سے روکے رکھا، اس اعتقاد کی وجہ سے کہ پہلے مجتہد کی تقلید سے منتقل ہونا جائز نہیں، تو اس نے پہلے مجتہد کو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں ایسا رب بنالیا، جو اس کے لیے اس چیز کو حلال قرار دیتا ہے، جس کو اللہ نے حرام قرار دے دیا، اوراس پر اس چیز کو حرام

قرار دیتا ہے، جس کو اللہ نے حلال قرار دیا" انا للّٰہ و انا الیہ راجعون "(إيقاظ همم أولي الأبصار)

شیخ صالح بن محمدالعَمْری الفُلَّانی مذکورہ کتاب میں ہی ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

قلت تأمل هذا يظهر لک أن التقليد بمذهب إمام معين من غير نظر إلى الدليل من الكتاب والسنة جهل عظيم لأنه مجرد هوى وعصبية والأئمة المجتهدون قاطبة على خلافه لأنه صح عن كل واحد منهم ذم التقليد بغير دليل وإبطاله .

وظهر أنه يجوز لمن تقيد بمذهب معين أن يجتهد وينظر إلى الدليل حسب جهده وطاقته فمتى وجد دليلا يدل على خلاف رأى إمامه تركه وتمسک بالدليل ويكون بذلک متبعا لإمامه وسائر الأئمة ومتبعا لكتاب الله تعالى وسنة رسوله صلى الله عليه وسلم ولا يكون بذلک خارجا عن مذهب إمامه.

وإنما يكون خارجا عن مذهب إمامه وعن سائر مذاهب المجتهدين إذا صمم وجمد على تقليد إمامه بعد ظهور الدليل من كتاب أو سنة أو إجماع على خلاف رأى إمامه فمن صمم فى هذه الحالة على التقليد فقد خالف إمامه الذى تمسک بمذهبه لأنه لو بلغه الحديث السالم من المعارض لترک رأيه واتبع الحديث فالمصمم على التقليد فى هذه الحالة عاص لله تعالى ورسوله صلى الله عليه وسلم متبع لهواه قد برء من الأئمة الأربعة وصار من حزب الشيطان والهوى (أفرأيت من اتخذ إلهه هواه وأضله الله على علم)الآية وقال تعالٰى (فمن يهديه من بعد الله) فقد انتفى نور الإيمان من قلبه (ومن لم يجعل الله له نورا فما له من نور) أجارنا الله تعالى من العمى بعد الهدى (إيقاظ همم أولي الأبصار للاقتداء بسيد المهاجرين والأنصار، ص ۹۴،المقصد الثانى فيما قاله مالک

بن أنس إمام دارالهجرة وما ذكره أتباعه السادة المهرة، الناشر: دارالفتح للنشر والتوزيع، الشارقة، الطبعة الاولٰى ١٩٩٧م)

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ آپ مذکورہ تفصیل میں غوروفکر کریں گے، تو آپ کے سامنے یہ بات ظاہر ہوجائے گی، کہ متعین امام کے مذہب کی اس طرح تقلید کرنا کہ کتاب وسنت کی دلیل کی طرف نظر نہ کی جائے، یہ جہلِ عظیم ہے، کیونکہ یہ محض ہویٰ پرستی اور عصبیت ہے، اور ائمۂ مجتہدین سب کے سب اس کے خلاف ہیں، کیونکہ ان میں سے ہر ایک سے دلیل کے بغیر تقلید کا مذموم اور اُس کا باطل ہونا، صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے۔

اور مذکورہ تفصیل سے یہ بات بھی ظاہر ہوگئی کہ جس شخص نے کسی متعین مذہب کے ساتھ اپنے آپ کو مقید کرلیا ہو، اُس کے لئے بھی یہ بات جائز ہے کہ وہ اپنی حسبِ کوشش وحسبِ طاقت دلیل پر نظر کرے، اوراس کی جدوجہد کرے، پھر جب وہ کوئی دلیل ایسی پائے، جو اپنے امام کی رائے کے خلاف پر دلالت کرے، تو وہ اپنے امام کی رائے کو ترک کردے، اوردلیل کو مضبوط پکڑلے، ایسی صورت میں وہ نہ صرف یہ کہ اپنے امام کی اتباع کرنے والا کہلائے گا، بلکہ تمام ائمۂ مجتہدین کی بھی اتباع کرنے والا کہلائے گا، اوراسی کے ساتھ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع کرنے والا بھی کہلائے گا، اور مذکورہ طرزِ عمل کی وجہ سے بہرحال وہ اپنے امام کے مذہب سے خارج نہیں ہوگا۔

البتہ اس صورت میں یقیناً اپنے امام کے مذہب سے بھی خارج ہوجائے گا، اور تمام مجتہدین کے مذاہب سے بھی خارج ہوجائے گا، جبکہ وہ گونگا بہرا ہوجائے، اوراپنے امام کی تقلید پر جمود اختیار کرلے، دراں حالیکہ کتاب، یا سنت، یا اجماعِ امت سے اُس کے امام کی رائے کے خلاف دلیل ظاہر ہوچکی ہو، تو جو شخص اس حالت میں گونگا بہرا بن کر تقلید کرے، تو وہ اپنے امام کی مخالفت کرنے والا شمار ہوگا، جس کے مذہب کو مضبوط پکڑنے کا وہ مدّعی ہے، کیونکہ اگراس کے امام کو ایسی حدیث پہنچ جاتی، جو معارِض سے

محفوظ ہوتی،تو وہ اپنی رائے کوترک کردیتا،اورحدیث کی اتباع کرتا،فلہٰذا اس حالت میں تقلید پر گونگے بہرے انداز میں قائم رہنے والا،اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عاصی اور گناہ گار ہے،اپنی خواہشِ نفس کی اتباع کرنے والا ہے،ائمۂ اربعہ سے بَری ہے،اوروہ شیطان اور ہوئ کی جماعت میں سے شمار ہوگا،جس کا اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ذکرفرمایاہے کہ''أفرأیت من اتخذ إلهه هواه وأضله اللّٰه علىٰ علم ''اوراللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ''فمن یهدیه من بعد الله ''پس اللہ تعالیٰ نے اس کے قلب سے ایمان کے نور کی نفی فرمائی ہے،اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ''ومن لم یجعل اللّٰه له نورا فما له من نور ''اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت کے بعد نابینا ہونے سے محفوظ رکھے(إیقاظ همم أولی الأبصار)

اب قارئین اس پرغور فرمالیں کہ جو حضرات صحیح ومعتبر احادیث ہونے کے باوجود،اس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنے امام کے قول پر عمل کرتے،اوراس قول پر ہی ڈَٹے اور جمے رہتے ہیں، اوراحادیث میں طرح طرح کی تاویلاتِ بعیدہ اورتوجیہاتِ عجیبہ کے مرتکب ہونے کے طرزِعمل کو اپناتے ہیں،اوراس مقصد کے لیے زندگی کے قیمتی اوقات صرف کرتے ہیں کہ وہ اس امام کے صحیح مقلد ومتبع شمار ہوتے ہیں،یانہیں؟

''شرح مسلَّمُ الثبوت'' کاحوالہ

''مسلّم الثبوت'' کی شرح''فواتحُ الرحموت''میں علامہ عبدالعلی محمد بن نظام الدین لکھنوی (المتوفیٰ:1225ھ)فرماتے ہیں کہ:

(وهل یقلد غیره) أی غیر من قلد به (فی غیره) أی غیر ما قلد فیه (المختار نعم) یقلد إن شاء (لما علم من استفتائهم مرة) اماما (واحدا و) مرة (أخرى) اماما (غیره بلا نکیر) من أحد فصار اجماعا وتواتر هذا بحیث لا مجال للمماراۃ .

(ولـو التزم مذهبا معينا) أي عهـد مـن عند نفسه أنه على هذا المذهب (كـمذهب أبي حنيفة أو غيره) مـن غير أن يكون هذا الالتزام بمعرفة دليـل كـل مسئـلة مسئـلة وظـنـه راجحا على دلائل المذاهب الأخر المعلومة مفضلا بل انما يكون العهد من نفسه بظن الفضل فيه اجمالا أو بسبـب آخـر (فهـل يلزمه الاستمرار عليه) أم لا (فـقيل نعم) يجب الاستمـرار ويـحـرم الانتـقـال مـن مـذهـب الى آخر حتى شدد بعض المتأخرين المتكلفين وقالوا الحنفى اذا صار شافعيا يعزر وهذا تشريع مـن عند أنفسهم (لان الالتزام لا يخلو عن اعتقاد غلبة الحقية فيه) فلا يترك.

قلنا لا نسلم ذلک فان الشخص قد يلتزم من المتساويين أمرا لنفعه له في الحال ودفع الحرج عن نفسه.

ولـو سـلـم فهـذا الاعتـقـاد لـم يـنشأ عن دليل شرعى بل هو هوس من هوسات المعتقد ولا يجب الاستمرار على هوسة فافهم وتثبت .

(وقيل لا) يجب الاستمرار ويصح الانتقال وهذا هو الحق الذى ينبغي أن يـؤمـن ويـعتقد به لكن ينبغي أن لا يكون الانتقال للتلهي فان التلهي حرام قطعا في التمذهب كان أو في غيره.

(إذ لا واجـب إلا مـا أوجبه الله تعالى) والـحـكم له (ولم يوجب على أحـد أن يتـمـذهـب بمذهب رجل من الأئمة) فـايـجـابه تشريع شرع جديد.

ولـکـ أن تستـدل عـليـه بان اختلاف العلماء رحمة بالنص وترفيه في حق الخلق فلو الزم العمل بمذهب كان هذا نقمة وشدة .

(وقيل) من التزم (كمن لم يلتزم فلا يرجع عما قلده فيه وفي غيره يقلد

من شاء وعليه السبكى) من الشافعية.

(وفـى التـحـريـر وهو الغالب على الظن لعدم ما يوجبه شرعا) أى لانه ليـس لـلاتبـا ع لمذهب واحد موجب شرعى وهذا انما يدل على جزء الـدعـوى هـو انـه يـقلد من شاء ثم البيان قطعى إذا ما لم يوجبه الشر ع باطل لان التشريع بالرأى حرام .

وأمـا أنـه لا يرجع عما قلد فيه فلم يلزم منه قطعا، فلا ينطبق الدليل على الدعوى فتأمل.

(ويتخرج منه) أى مما ذكر أنه لا يجب الاستمرار على مذهب (جواز اتبـاعه رخص المذاهب) قال فى فتح القدير لعل المانعين للانتقال انما منعوا لئلا يتتبع أحد رخص المذاهب .

وقـال هـو رحـمـه الـلـه تعالى (ولا يمنع منه مانع شرعى إذ للانسان أن يسـلـك الأخف عـليـه إذا كـان له إليه سبيل) بأن لم يظهر من الشر ع الـمـنـع والتـحريم و (بأن لم يكن عمل) فيه (بآخر) هذا مبنى على منع الانتـقـال عـمـا عـمـل بـه ولـو مـرـة (وكان عليه) وعلى آله وأصحابه (الـصـلاـة والسـلام يحب ما خف عليهم انتهى) لكن لابد أن لا يكون اتبـا ع الـرخـص لـلتـلهـى كـعمل حنفى بالشطرنج على رأى الشافعى قـصـدا إلـى الـلهو وكشافعى شرب المثلث للتلهى به ولعل هذا حرام بالإجما ع لان التلهى حرام بالنصو ص القاطعة فافهم .

(ومـا عـن ابـن عبـد الـر أنـه لا يجوز للعامى تتبع الرخص اجماعا) فقد وجد مانع شرعى عن اتبا ع رخص المذاهب (فأجيب بالمنع) أى بمنع هـذا الاجـمـا ع (إذ فـى تـفسيـق متتبـع الرخص عن) الإمام (احمد روايتـان) فـلا اجـمـا ع ولـعـل رواية التفسيق انما هو فيما إذا قصد

التلهى فقط لا غير.

(وما أورد) أنـه يـلـزم عـلـى تـقـدير جواز الأخذ بكل مذهب احتمال الـوقـوع فـي خـلاف الـمـجمع عليه إذ (ربما يكون المجموع) الذى عـمـل بـه (مما لم يقل به أحد فيكون باطلا) اجـماعا (كمن تزوج بلا صـداق) للاتباع لقول الامامين أبى حنيفة الشافعى رحمهما الله تعالى (ولا شهود) اتبـاعا لقول الإمام مالك (ولاولى) عـلى قول امامنا أبى حـنيـفة ،فهذا النكاح باطل اتفاقا. أما عندنا فلانتفاء الشهود .وأما عند غيـرنـا فلانتفاء ا لولى (فأقول :مندفع لعدم اتحاد المسئلة) وقد مر أن الاجماع على نفى القول الثالث انما يكون إذاا تحدت المسئلة حقيقة أو حكما فتدبر (ولانه لو تم لزم استفتاء مفت بعينه وإلا احتمل الوقوع فيـمـا ذكـر (هذا) (فـواتـح الـرحـموت بشـرح مسـلـم الثبـوت، ج۲، ص۴۳۷، ۴۳۸، خـاتـمة : الاجتهـاد بـذل الطاقة من الفقيه، مطبوعة: دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الاولیٰ:1423ھـ .2002ء)

ترجمہ: اور کیا جس کی تقلید کر چکا ہے، اس کے علاوہ کی تقلید کرنا جائز ہے؟ مختار قول یہ ہے کہ جس کی چاہے، تقلید کرنا جائز ہے، کیونکہ یہ بات معلوم ہے کہ متقدمین ایک مرتبہ، ایک امام سے، اور دوسری مرتبہ دوسرے امام سے استفتاء کیا کرتے تھے، جس پر کسی کی طرف سے کوئی نکیر نہیں کی جاتی تھی، تو یہ اجماع ہوگیا، اور یہ بات اس قدر تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ جس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ [1]

اور اگر کسی نے مذہبِ معین کا التزام کرلیا، یعنی اس نے اپنی طرف سے یہ عہد کرلیا کہ وہ فلاں مذہب پر ہے، جیسا کہ امام ابوحنیفہ وغیرہ کے مذہب پر، لیکن اس کا یہ التزام ہر ہر

[1] لیکن حیرت ہے کہ آج اس اجماع وتواتر کے مطابق قول کرنے اور اس پر عمل پیرا ہونے والے پر ''تفرد وانفرادی رائے'' وغیرہ کا الزام لگایا جاتا ہے اور اپنے ''تفرد وانفرادی رائے'' ہونے پر پردہ ڈالا جاتا ہے۔
اسی کو کہتے ہیں ''الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے'' محمد رضوان۔

مسئلے کی دلیل کی معرفت اور دوسرے معلوم مذاہب کے دلائل پر ترجیح کے گمان کے ساتھ نہ ہو، بلکہ اپنی طرف سے اس مذہب کو اجمالی طور پر افضل سمجھنے کی وجہ سے، یا کسی اور سبب سے ہو، تو کیا اس پر اس مذہب پر برقرار رہنا، لازم ہو جائے گا، یا لازم نہیں ہوگا؟ جس کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ اس پر باقی رہنا واجب ہوگا، اور دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہونا حرام ہوگا، یہاں تک کہ بعض متاخرین متکلفین نے سخت تشدد اختیار کیا، اور انہوں نے یہ بھی کہہ دیا کہ حنفی، جب شافعی ہو جائے، تو اس کی تعزیر کی جائے گی۔

لیکن یہ ان لوگوں کی اپنی طرف سے ایک نئی شریعت ہے، ان لوگوں کی دلیل یہ ہے کہ التزام، غلبۂ حق کے اعتقاد سے خالی نہیں ہوتا، لہٰذا اس کو ترک نہیں کیا جا سکتا۔

ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ ہمیں یہ بات تسلیم نہیں، کیونکہ ایک شخص، بعض اوقات دو مساوی اور برابر چیزوں کا التزام کرتا ہے، اپنے فی الحال کے نفع اور اپنے آپ سے دفعِ حرج کے لیے۔

اور اگر اس بات کو تسلیم بھی کر لیا جائے، تو یہ اعتقاد کسی دلیلِ شرعی سے وجود میں نہیں آیا، بلکہ یہ معتقد کے خیالات میں سے ایک خیال ہے، اور اس پر اپنے خیالات پر برقرار رہنا واجب نہیں، اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیجیے، اور یاد رکھیے۔ [1]

اسی وجہ سے دوسرا قول یہ ہے کہ اس مذہب پر برقرار رہنا واجب نہیں ہوتا، اور اس کے لیے دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہونا صحیح ہوتا ہے، یہی حق بات ہے، جس پر ایمان لانا، اور اس کا اعتقاد رکھنا ضروری ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ اس کا منتقل ہونا ''تلھی'' کی وجہ سے نہ ہو، کیونکہ ''تلھی''قطعی حرام ہے، خواہ مذہب میں ہو، یا غیر مذہب میں۔ [2]

---

[1] ہم بھی قارئین سے امید رکھتے ہیں کہ وہ اس بات کو اچھی طرح سمجھیں گے اور یاد رکھیں گے، اور چند بزرگوں کے اقوال و ارشادات کی وجہ سے اس کو نظر انداز نہیں کریں گے۔ محمد رضوان

[2] جس کا مطلب، اگرچہ واضح ہے، لیکن بعض اہلِ علم حضرات نے اس سیدھے سادھے مسئلہ کو بھی پیچیدہ بنانے کا تکلف اختیار کیا ہے۔ ''تلھی'' کی ممانعت مذہب اور غیر مذہب میں ہر جگہ ہے۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اوراس قول کی دلیل یہ ہے کہ چیز وہی واجب ہوا کرتی ہے، جس کواللہ نے واجب قرار دیا ہو، اور حکم بھی اللہ ہی کا واجب ہوا کرتا ہے، اور اللہ نے کسی پر ائمہ میں سے کسی شخص کے مذہب کے اختیار کرنے کو واجب قرار نہیں دیا، لہٰذا اس کو واجب قرار دینا ایک نئی شریعت سازی ہے۔

اور آپ کے لیے جائز ہے کہ اس قول پر اس بات سے بھی استدلال کریں کہ علماء کا اختلاف، نص کی رو سے رحمت ہے، اور مخلوق کے حق میں نرمی وراحت کا باعث ہے، پس اگر معین مذہب پر عمل لازم ہوگا، تو یہ نقمت اور شدت بن جائے گا۔

اور کہا گیا ہے کہ جس نے مذہبِ معین کا التزام کرلیا، تو وہ ایسا ہے، جس نے التزام کیا ہی نہ ہو، پس وہ جس مسئلے میں تقلید پر عمل پیرا ہو چکا ہے، اس سے رجوع نہیں کرسکتا (یعنی جس مسئلے پر پہلے عمل کر چکا ہے، اور اس کے آثار باقی نہیں رہے، اس سے رجوع نہیں کرسکتا)

لیکن دوسرے مسئلے میں (جس پر ابھی تک عمل نہیں کیا، خواہ وہ مسئلہ اسی جنس سے ہو، جس پر پہلے عمل کر چکا تھا، مثلاً پہلے فرج، یا عورت کو چھونے سے امام شافعی کی تقلید پر عمل پیرا تھا، اور اب امام ابوحنیفہ کی تقلید کر کے عمل کرنا چاہتا ہے) تو اس کے لیے جس مجتہد وامام کی چاہے، تقلید کرنا جائز ہے، شافعیہ میں سے سبکی نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اولاد اور مال میں بھی ''تلھی'' کو ناجائز قرار دیا ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

'' يٰأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ '' سورة المنافقون ، رقم الآية : ۹)

اور ایک مقام پر ارشاد ہے کہ:

'' لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ '' (سورة النور ، رقم الآية : ۳۷)

اور ایک مقام پر ارشاد ہے کہ:

'' أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ '' (سورة التكاثر ، رقم الآية : ۱)

لیکن ان نصوص کے ہوتے ہوئے محض اولاد اور مال کے حصول، اور تجارت اور بیع کو ناجائز قرار نہیں دیا جاتا۔

اسی طرح ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہونا بھی ناجائز نہیں، اور تیسیر کی غرض کو تلھی سمجھنا غلط فہمی پر مبنی ہے، کیونکہ تیسیر مطلوب یا کم از کم محمود ہے، جبکہ تلھی نہ مطلوب ہے، اور نہ محمود ہے، بلکہ مذموم ہے۔

پھر تلھی کی مثال خود صاحب فواتح الرحموت نے جو بیان فرمائی ہے، اس کا ذکر آگے آتا ہے۔ محمد رضوان

اور ابنِ ہمام کی ''التحریر'' میں ہے کہ مذہبِ معین کے عدمِ وجوب کا قول ہی ظن کے درجے میں راجح ہے، کیونکہ مذہبِ معین اور مذہبِ واحد کی اتباع کے وجوب کی کوئی شرعی دلیل نہیں، جو کہ دعویٰ کے ایک جزو کی دلیل ہے، یعنی وہ جس کی چاہے تقلید کرسکتا ہے، اور اس کا بیان قطعی ہے، کیونکہ جب شریعت نے اس کو واجب نہیں کیا، تو یہ باطل ہوگا، جس کی وجہ یہ ہے کہ رائے سے شریعت کا حکم نکالنا حرام ہے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ جس میں وہ تقلید کر چکا ہے، تو اس سے رجوع نہیں کرسکتا، تو اس سے یہ بات قطعی طور پر لازم نہیں آتی، لہٰذا یہ دلیل دعویٰ کے اس جزو پر منطبق نہیں ہوتی، جس پر غور کرلینا چاہیے (کیونکہ جو عمل کر چکا ہے، وہ اپنے منطقی انجام تک پہنچ چکا ہے، جبکہ اس کے آثار بھی باقی نہ ہوں۔ناقل)

اور جو بات ذکر کی گئی کہ مذہبِ معین کا التزام کرنے والے کو اس پر برقرار رہنا واجب نہیں ہوتا، اس سے اس مسئلے کی بھی تخریج ہوتی ہے کہ مذاہب کے رخصتوں کی اتباع کرنا جائز ہے''فتح القدیر'' میں فرمایا کہ شاید انتقال کو ممنوع قرار دینے والوں نے اس سے اس لیے منع کیا ہے، تاکہ کوئی مذاہب کی رخصتوں کا تتبع نہ کرے۔

اور علامہ ابنِ ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہی فرمایا کہ مذاہب کی رخصتوں کی اتباع کا کوئی شرعی مانع نہیں پایا جاتا، کیونکہ انسان کے لیے اس مسلک کو اختیار کرنا جائز ہے، جو اس پر زیادہ آسان ہو، جب اس کو اس کا راستہ میسر ہو، بایں طور کہ شریعت کی طرف سے ممانعت اور حرمت ظاہر نہ ہو (اور نہ تو مذہبِ معین کی اتباع واجب، اور دوسرے مجتہد کے قول پر عمل ممنوع ہے، اور نہ ہی شریعت کی طرف سے آسانی کو ناجائز قرار دیا گیا ہے، لہٰذا جب کسی جزو کا ممنوع ہونا ثابت نہیں، تو اختیارِ اخف بھی ممنوع نہیں) لیکن یہ شرط ہے کہ اس نے دوسرے قول پر عمل نہ کیا ہو، جو اس بات پر مبنی ہے کہ جس پر عمل کر چکا ہے، اگرچہ ایک مرتبہ ہی سہی، اس سے انتقال ممنوع ہے (یعنی رجوع ممنوع ہے) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے لیے اس چیز کو پسند فرمایا کرتے تھے، جو اُن

کے لیے آسان ہو، تاہم یہ ضروری ہے کہ اتباعِ رُخص ''تلھی'' کے طور پر نہ ہو (بلکہ معتد بہٖ، یا معقول مقصد پر مبنی ہو) جیسا کہ حنفی کا، امام شافعی کی رائے کے مطابق ''شطرنج'' کھیلنا، جس کا مقصد لہو ولعب ہو، اور جیسا کہ شافعی کا ''نبیذِ مثلث'' پینا، جس کا مقصد ''تلھی'' ہو، اور غالبًا یہ بالاجماع حرام ہے، کیونکہ ''تلھی'' نصوصِ قاطعہ کی رُو سے حرام ہے (یعنی ''تلھی'' کی وجہ سے شطرنج کھیلنا، یا نبیذِ مثلث پینا، کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں، اس علت کے ناجائز ہونے پر سب کا اتفاق ہے، اس لیے یہ اجماعی طور پر ناجائز صورت ہوئی، برخلاف خون نکلنے، اور فرج، یا عورت کو چھونے سے وضوٹوٹنے کے، کیونکہ وہاں کسی ایک علت پر اجماع و اتفاق نہیں) اس بات کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے۔ [1]

اور ابنِ عبدالبر کے حوالے سے، جو یہ بات مروی ہے کہ عامی کے لیے تتبعِ رُخص بالاجماع جائز نہیں، جس کے پیشِ نظر رُخصِ مذاہب کی اتباع میں مانعِ شرعی پایا جاتا ہے، تو اس اجماع کے ممنوع ہونے کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ امام احمد سے متتبعِ رُخص کے فاسق ہونے کے متعلق دو روایات ہیں، پھر اجماع کہاں سے ہوگیا، اور غالبًا فاسق ہونے کی روایت اس صورت پر محمول ہے، جبکہ محض ''تلھی'' کا قصد ہو، کوئی اور مقصد نہ ہو۔ [2]

اور جو یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ ہر مذہب کو اختیار کرنے کے جواز کا قول لینے میں مجمع علیہ کے خلاف لازم آنے کا احتمال ہوتا ہے، کیونکہ بعض اوقات عمل کا مجموعہ ایسا بن جاتا ہے، جس کا کوئی بھی قائل نہیں ہوتا، لہٰذا یہ بالاجماع باطل ہوگا، جیسا کہ کسی شخص نے بغیر مہر کے امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کے قول کی اتباع کرتے ہوئے

[1] پیچھے ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہونے کی شرط بھی ''عدمِ تلہی'' کی گزر چکی ہے، اور یہاں، اختیارِ اخف کے متعلق بھی یہی شرط ذکر کی گئی ہے، اور اس کی چند مثالیں بھی ذکر کردی گئی ہیں، ظاہر ہے کہ ان مثالوں سے کوئی صاحبِ علم یہ نہیں سمجھ سکتا کہ محض اختیارِ اخف، جب تلہی سے خالی ہو، تب بھی ناجائز ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔ محمد رضوان

[2] تلہی کا قصد ہونے کی تائید ان مثالوں سے بھی ہوتی ہے، جن کو ابنِ عبدالبر نے نقل کیا ہے، اور امام احمد نے بیان کیا ہے، جن میں غناء کی اباحت اور عورت سے وطی بالدبر کی حلت وغیرہ کا ذکر ہے، جیسا کہ دوسرے مقام پر باحوالہ بیان کردیا گیا ہے۔ محمد رضوان

www.idaraghufran.org

نکاح کیا، اور بغیر گواہوں کے امام مالک کی اتباع کرتے ہوئے کیا، اور بغیر ولی کے ہمارے امام ابوحنیفہ کے قول پر کیا، تو یہ نکاح بالاتفاق باطل ہوگا، ہمارے نزدیک تو گواہ نہ ہونے کی وجہ سے، اور ہمارے علاوہ کے نزدیک ولی نہ ہونے کی وجہ سے، تو میں اس کے جواب میں کہوں گا کہ یہ مسئلے کے متحد نہ ہونے کی وجہ سے مردود ہے، اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ تیسرے قول کی نفی پر اجماع صرف اس صورت میں ہے، جبکہ مسئلہ حقیقتاً، یا حکماً متحد ہو، جس پر غور کرلینا چاہیے، اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اگر اس اعتراض کو درست تسلیم کرلیا جائے، تو یہ بات لازم آجائے گی کہ خاص ایک مفتی سے فتویٰ طلب کرنا، لازم ہے، ورنہ تو جو بات ذکر کی گئی (یعنی تلفیق) اس میں واقع ہونے کا احتمال ہے، اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیجیے (فواتح الرحموت)

مذکورہ عبارت میں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ:

”وقد مر أن الاجماع على نفى القول الثالث انما يكون إذا اتحدت المسئلة حقيقة أو حكما فتدبر“

تو مذکورہ کتاب میں ہی اجماع کی بحث میں یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ تیسرے قول کا احداث اس صورت میں ممنوع ہے، جبکہ وہ متفق علیہ طریقے پر ممنوع صورت ہو، یعنی جس صورت کے ممنوع ہونے پر اجماع واتفاق ہو، اس طرح کے قول کا احداث ممنوع ہے، کیونکہ اس میں اجماع کی مخالفت پائی جاتی ہے، لیکن جس مسئلے میں اختلاف ہو، یعنی وہ مسئلہ مجتہَد فیہ ہو، اور اسی طرح سے کسی دوسرے مسئلے میں بھی اختلاف ہو، اور وہ مسئلہ بھی مجتہَد فیہ ہو، تو یہاں دو مجتہدین کے اقوال کو ان دو مسئلوں میں لینا، مسئلے کے متحد نہ ہونے کی وجہ سے، ایسے تیسرے قول کے احداث میں داخل نہیں، جس میں اجماع کی مخالفت پائی جاتی ہو۔ [1]

---

[1] وأعلم أن هذا القول ليس مخالفا لما عليه الجمهور ،فانهم انما يقولون بالمنع من احداث ثالث لكونه رافعا ما اتفقوا عليه ،وهذا أيضاً يسلم ذلک ،وانما ينكر فى بعض الصور الجزئية رفع المتفق عليه بعدم الاشتراک فى الجامع عنده ،وهذا شيء آخر فافهم (إن قلت: شاع من غير نكير) من أحد (مخالفة المجتهد اللاحق للسابقين) من أهل الاجتهاد فيكون هذا إجماعا ،فيكيف يمنع من احداث قول مخالف لهم (قلت

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

جس کا حاصل یہ ہوا کہ اگر ایک سے زیادہ مجتہدین کی تقلید واتباع،اس طرح دو مسئلوں میں کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

:انما يصح) مخالفة اللاحق السابق (عند الأكثر بعد سبق قائل) يقول بقوله اللاحق (ولو لم يشتهر) هذا القائل (لنا) الاختلاف على قولين مع عدم التجاوز عنهما (اتفاق على أحدهما) على سبيل منع الخلو (وهذا الاتفاق وان كان اتفاقيا فهو حجة) لأن مخالفته اتباع غير سبيل المؤمنين ،ولأنه اتفاق الأمة (كالاتفاق على قول اتفاقا) أى كما أنه حجة كذلك هذا لعدم الفارق فى دلالة الدليل (فالتفصيل فى الفسخ ونحوه) أى مسئلة أبوين مع أحد الزوجين (خلاف الإجماع) على عدم التفصيل (وما قيل كون عدم التفصيل مجمعا عليه ممنوع إذ عدم القول) بشيء (ليس قولا بالعدم) وههنا ليس قولا بالتفصيل ،بل سكوت عنه (فمدفوع بأن كلية الحكم مطلقا) بفسخ الكل أو عدم فسخه (مما أجمع عليه الفريقان والتفصيل ينافيه)فانه مبطل لكلية كل حكم (وجعله مسئلة متعددة) لاختلاف الموضوع (خروج عن النزاع) فان النزاع فيما إذا اتحدت المسئلة، وأنت قد عرفت أن الخصم كان موافقا لنا فيما إذا اتحدت وكان الثالث رافعا للجمع عليه وانما كان نزاعه فى بعض الصور الجزئية أنه غير رافع للتعدد فى المسئلة ،أو رافع للاتحاد ،فجعله مسئلة متعددة يس خروجا عما ينازع فيه (بل) جعله مسئلة متعددة (خلاف الإجماع لاتفاق الفريقين على الاتحاد بوحدة الجامع) وهو تضرر أحدهما ببقاء النكاح ،وهذا رافع لقوله :لو ثبت الإجماع لكن قد مر أن فيه للصحابة أقوالا ثلاثة، ثم المذكور فى كتبنا علة التفريق فى الجب، والعنة عدم قدرة الزوج على الامساك بالمعروف فلابد من التسريح بالاحسان وهو لا يتناول ما سواهما وأيضاً العيوب التى فى الزوجة يمكن تخلص الزوج عنها بالتطليق فلا تضرر له ببقاء النكاح وعدم فسخ القاضى اياه فافهم .

(وأما الجواب) عن الدليل (بأن اتفاقهم على انكار) القول (الثالث كان مشروطا بعدمه فلما حدث زال) الاتفاق على الانكار فلا منع عن الاحداث (فمنقوض بالإجماع الوجدانى) فانه يمكن فيه أيضاً ذلك فينبغى أن لا يمنع عن احداث قول مخالف (والاعتذار بأنه وان جاز) احداث قول مخالف للاجماع الوجدانى (عقلا لكن لم يعتبر فيه إجماعا كما فى المنهاج ضعيف) لأن الفرق تحكم (فتدبر واستدل بلزوم تخطئة كل فريق) يعنى لو جاز احداث ثالث لزم تخطئة كل فريق لكونه مخالفا لهم (وفيه تخطئة كل الأمة) وهى باطلة (وأجيب بأن الممتنع تخطئة الكل فيما اتفقوا عليه لا) التخطئة (مطلقا) وههنا تخطئة فيما اختلفوا فيه وهذا لا يغنى من الحق شيأ فان دلائل امتناع التخطئة عامة كيف الممتنع وقوع الأمة فى الخطأ ولعل مقصود المستدل الاستدلال بالدليل العقلى وإلا فيرجع حاصله إلى الدليل المذكور سابقا. فرد بأن التخطئة فى كل عصر انما علمت لمن خالف فيما اتفق فيه لا فيما اختلف فيه. فتأمل فيه .اصحاب الاحداث (قالوا أوّلا اختلافهم) فى المسئلة (دليل أنها اجتهادية) عندهم وإلا لما اختلفوا فلزم التسويغ فيها كل قوله (فلا مانع من احداث ثالث لوجود التسويغ (قلنا كذلك) انه تسويغ كل قول (لكن قبل تقرر اجماعهم) على أحدهما وأما بعد اجماعهم فلا تسويغ (كما اختلفوا) فى مسئلة فكان تسويغا (ثم أجمعوا) فيبطل التسويغ (و) قالوا (ثانيا) لو لم يجز لم يقع من غير نكير و (وقع ولم ينكر) من أحد (وإلا نقل) (فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت، ج۲،ص ۲۸۶ الٰى ۲۸۸،الأصل الثالث الإجماع،، مطبوعة: دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الاولىٰ:1423هـ .2002ء)

www.idaraghufran.org

جارہی ہے کہ اس تقلید واتباع کے نتیجے میں ہر مجتہد کے نزدیک عمل درست قرار پاتا ہے، تو اس طرح کی تلفیق ممنوع نہیں، کیونکہ اس میں ایک جہت سے بالا جماع عمل کا غیر درست ہونا ثابت نہیں ہوتا، اور ایسے قول کا احداث نہیں پایا جاتا، جس میں اجماع کی مخالفت لازم آتی ہو۔

اور یہ وہی بات ہے، جس کی طرف حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنا رجحان ظاہر کیا ہے، جیسا کہ گزرا۔

(جاری ہے......)

www.idaraghufran.org

کیا آپ جانتے ہیں؟

مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

صفاتِ باری تعالیٰ اور علامہ ابنِ تیمیہ

صفاتِ باری تعالیٰ کے متعلق بعض معترضین و متعصبین نے علامہ ابنِ تیمیہ اور ان کے تلمیذ علامہ ابنِ قیم پر طرح طرح کے الزامات بلکہ اتہامات باندھے ہیں، جبکہ بعض اہلِ علم حضرات خود تحقیق کیے بغیر دوسروں کے الزامات و اتہامات سے متاثر ہو کر اس میں مبتلا ہوئے، اور بعض حضرات علامہ ابنِ تیمیہ و علامہ ابنِ قیم کی مکمل عبارات اور ان کے مقصود کو نہ سمجھ سکے، اس لیے انہوں نے علامہ ابنِ قیم اور علامہ ابنِ قیم کی طرف صفاتِ باری تعالیٰ کے متعلق بعض غلط باتوں کو منسوب کر دیا۔

حالانکہ مذکورہ دونوں حضرات کے اصل مضامین سے ان جیسے الزامات کی تردید ہوتی ہے۔

سرِ دست اس سلسلہ میں چند محققین کے حوالہ جات ذکر کیے جاتے ہیں۔

ملا علی قاری حنفی (المتوفیٰ: 1014ھ) کی ''مشکاۃ المصابیح'' کی شرح ''مرقاۃ المفاتیح'' میں ہے کہ:

ومن طالع شرح منازل السائرين لنديم البارى الشيخ عبد الله الأنصارى الحنبلى – قدس الله تعالى سره الجلى – وهو شيخ الإسلام عند الصوفية حال الإطلاق بالاتفاق، تبين له أنهما كانا من أهل السنة والجماعة، بل ومن أولياء هذه الأمة، ومما ذكر فى الشرح المذكور ما نصه على وفق المسطور هو قوله على بعض صباة المنازل، وهذا الكلام من شيخ الإسلام يبين مرتبته من السنة، ومقداره فى العلم، وأنه برىء مما رماه أعداؤه الجهمية من التشبيه والتمثيل على عاداتهم فى رمى أهل الحديث والسنة بذلک، كرمى الرافضة لهم بأنهم نواصب،

والنواصب بأنهم روافض، والمعتزلة بأنهم نوائب حشوية، وذلک ميراث من أعداء رسول الله – صلى الله عليه وسلم – في رميه ورمي أصحابه، بأنهم صراة قد ابتدعوا دينا محدثا، وهذا ميراث لأهل الحديث والميمنة من نبيهم بتلقيب أهل الباطل لهم بالألقاب المذمومة، وقدس الله روح الشافعي حيث يقول، وقد نسب إليه الرفض:

إن كان رفضا حب آل محمد ...فليشهد الثقلان أني رافضي

ورضي الله عن شيخنا أبي عبد الله بن تيمية حيث يقول:

إن كان نصبا حب صحب محمد ...فليشهد الثقلان أني ناصبي

وعفا الله عن الثالث حيث يقول:

فإن كان تجسيما ثبوت صفاته ...وتنزيهها عن كل تأويل مفتر

فإني بحمد الله ربي مجسم ...هلموا شهودا واملئوا كل محضر

ثم بين في الشرح المذكور ما يدل على برائته من التشنيع المسطور، والتقبيح المزبور. ....

فالطعن الشنيع والتقبيح الفظيع غير موجه عليه ولا متوجه إليه، فإن كلامه بعينه مطابق لما قاله الإمام الأعظم، والمجتهد الأقدم في فقهه الأكبر ما نصه: " وله تعالى يد ووجه ونفس، فما ذكر الله في القرآن من ذكر الوجه واليد والنفس فهو له صفات بلا كيف، ولا يقال إن يده قدرته أو نعمته ;لأن فيه إبطال الصفة، وهو قول أهل القدر والاعتزال، ولكن يده صفته بلا كيف، وغضبه ورضاه صفتان من صفاته بلا كيف (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج۷، ص۲۷۷۸، ۲۷۷۹، كتاب اللباس)

ترجمہ:اور جس شخص نے ’’شرح منازل السائرین ‘‘ کا مطالعہ کیا، جو ندیم باری شیخ عبداللہ انصاری حنبلی قدس اللّٰہ تعالیٰ سرہٗ الجلی کی ہے،اور وہ اطلاق کی حالت میں بالاتفاق صوفیاء کے نزدیک شیخ الاسلام ہیں، تو اس کے سامنے یہ بات ظاہر ہو جائے گی کہ وہ دونوں (یعنی علامہ ابنِ تیمیہ اور علامہ ابنِ قیم) اہلُ السنۃ والجماعۃ کے اکابر، بلکہ اس امت کے اولیاء میں سے ہیں، اور مذکورہ شرح میں جو بات ذکر کی گئی ہے، ان کی وہ بات اسی کے موافق تحریر شدہ ہے، جس میں انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند مقام صحابہ پر ’’صابی‘‘ ہونے کی (قریشِ مکہ کی طرف سے) نقل کی ہے، اور یہ کلام شیخ الاسلام (علامہ ابنِ تیمیہ) کی طرف سے اُن کے سنت میں مقام، اور ان کی قدر و قیمت کو واضح کرتا ہے، اور وہ اُن چیزوں سے بریٔ ہیں، جن کی اُن پر اہلِ تشبیہ اور اہلِ تمثیل ’’جہمیہ‘‘ دشمنوں نے تہمت لگائی ہے، جیسا کہ ان فرقہ کے لوگوں کی اھلُ الحدیث اور اھلُ السنۃ پر تہمت لگانے کی عادت ہے، مثلاً رافضیوں نے اِن کے ناصبی ہونے کی تہمت لگائی ہے، اور ناصبیوں نے ان کے رافضی ہونے کی تہمت لگائی ہے، اور معتزلہ نے ان کے ’’نوائب حشویۃ‘‘ ہونے کی تہمت لگائی ہے، اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کی طرف سے میراث ہے، جو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کے اصحاب پر لگائی ہے کہ وہ راستے سے بھٹک گئے تھے، جنہوں نے نئے دین کو ایجاد کرلیا تھا، اور یہ اہلِ حدیث اور نبیوں کے دائیں طرف چلنے والوں کے لیے میراث ہے کہ اہلِ باطل اُن کے لیے برے القاب کو گھڑتے ہیں، اور اللہ، امام شافعی کی روح کو مقدس فرمائے، جن کی طرف رفض کی نسبت کی گئی ہے، انہوں نے فرمایا کہ:

’’اگر آلِ محمد کی محبت ’’رافضی ہونا‘‘ ہو، تو انسان اور جنات اس بات کے گواہ ہو جائیں کہ بے شک میں رافضی ہوں‘‘

اور اللہ ہمارے شیخ ابو عبداللہ ابنِ تیمیہ سے راضی ہو کہ انہوں نے فرمایا کہ:

''اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام کی محبت ''ناصبی ہونا'' ہو، تو انسان اور جنات اس بات کے گواہ ہوجائیں کہ بے شک میں رافضی ہوں''

اور اللہ، تیسرے کو معاف کرے کہ انہوں نے کہا کہ:

اگر اللہ کی صفات کا اثبات ''تجسیم'' ہے، اور اس کو ہر تاویل سے پاک کرنا ''افتراء'' ہے، تو بے شک میں الحمد للّٰہ رب العالمین ''مجسّم'' ہوں، لاؤ گواہوں کو، اور ہر حاضر شدہ جگہ کو بھر دو۔

پھر انہوں نے اس مذکورہ شرح میں اس بات کی وضاحت فرمائی ہے، جو اُن کی مذکورہ طعن و تشنیع اور بھونڈے الزام سے برائت پر دلالت کرتی ہے(...... پھر ملا علی قاری، علامہ ابنِ قیم کی اس سلسلہ میں ایک عبارت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں......)

پس اُن پر طعن و تشنیع اور برا الزام درست نہیں، اور نہ یہ اُن پر عائد ہوتا، کیونکہ ان کا کلام بعینہٖ امام اعظم ابوحنیفہ، اور سب سے پہلے مجتہدِ اعظم کے اس قول کے مطابق ہے، جو اُن کی ''الفقہ الاکبر'' میں ہے، جس کی عبارت یہ ہے کہ ''اللہ تعالیٰ کا ''ید'' اور ''وجہ'' اور ''نفس'' ہے، پس جو اللہ نے قرآن میں ''وجہ'' اور ''ید'' اور ''نفس'' کا ذکر فرمایا، تو وہ اللہ تعالیٰ کی بلا کیف صفات ہیں، اور یہ نہیں کہا جائے گا کہ اللہ کے ہاتھ سے، اس کی قدرت، یا نعمت مراد ہے، کیونکہ اس میں اللہ کی صفت کو باطل کرنا لازم آتا ہے، اور یہ ''قدریۃ'' اور ''معتزلۃ'' کا قول ہے، لیکن اللہ کا ''ید'' اس کی بلا کیف صفت ہے، اور اس کا ''غضب'' اور اس کی ''رضا'' بھی اس کی بلا کیف صفات میں سے دو صفات ہیں (مرقاۃ)

مولانا سید سلیمان ندوی صاحب نے اپنے ایک تفصیلی مکتوب میں اپنے شیخ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کو درجِ ذیل مضمون تحریر کیا:

''مذہبی مسائل کی تحقیقات میں میرا یہ عمل رہا ہے کہ عقائد میں سلفِ صالحین رحمہ اللہ تعالیٰ کے مسلک سے علیٰحدگی نہ ہو، البتہ فقہیات میں کسی ایک مجتہد کی تقلید بتمامہٖ نہیں

ہوسکی، بلکہ اپنی بساط بھر دلائل کی تنقید کے بعد فقہاء کے کسی ایک مسلک کو ترجیح دی ہے۔
لیکن کبھی کوئی رائے ایسی اختیار نہیں کی، جس کی تائید ائمۂ حق میں سے کسی ایک نے بھی نہ کی۔

خصوصیت کے ساتھ مسائل کی تشریح میں حافظ ابنِ تیمیہ، حافظ ابنِ قیم اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہم کی تحقیقات پر اکثر اعتماد کیا ہے (تذکرۂ سلیمان، صفحہ 146، 147، بعنوان، سیدُ العلماء کا اعلانِ رجوع، اور حکیم الامت کی تبریک وتحسین، مصنفہ غلام محمد، بی، اے، عثمانیہ، مطبوعہ ادارہ مجلس علمی کراچی، تاریخِ طبع 1960ء)

مولانا سید سلیمان ندوی صاحب کے پیرومرشد مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے اپنے مرید علامہ سید سلیمان ندوی کے مذکورہ مکتوب کی تحسین فرمائی۔

چنانچہ غلام محمد بی اے ''شیخ کی تبریک وتحسین'' کے عنوان کے ذیل میں لکھتے ہیں:

''حضرت شیخ کے قلبِ مبارک پر اس تحریر کا بڑا اثر ہوا، اپنی عادت ومزاج کے خلاف پہلی وآخری مرتبہ اپنے خلیفۂ ارشد کی مدح میں چند اشعار لکھ کر بھیجے'' (تذکرۂ سلیمان، صفحہ 149، بعنوان، سیدُ العلماء کا اعلانِ رجوع، اور حکیم الامت کی تبریک وتحسین، مطبوعہ ادارہ مجلس علمی کراچی، تاریخِ طبع 1960ء)

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی (المتوفی: 1420ھ) ''تاریخِ دعوت وعزیمت'' میں شیخ الاسلام حافظ ابنِ تیمیہ کے حالات کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ:

ابنِ تیمیہ درس وتدریس میں مشغول تھے، اور عوام وخواص میں اُن کی مقبولیت وشہرت روز افزوں تھی کہ 698ہجری میں اُن کے خلاف پہلی شورش برپا ہوئی، اور ان کی ذات اور ان کے عقائد موضوعِ بحث بنے۔

اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ 698ہجری میں شہر حماۃ (شام) کے چند باشندوں نے ایک استفتاء مرتب کر کے بھیجا، جس میں دریافت کیا گیا کہ ''الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى، ثُمَّ اسْتَوٰى إِلَى السَّمَاءِ ''جیسی آیات اور''إن قلوب بني آدم بين

إصبعين من أصابع الرحمان" اور "**يضع الجبار قدمه في النار**"وغیرہ احادیث کے بارہ میں علماء کی کیا تحقیق اور صفات کے بارہ میں علماء اہلِ سنت کا کیا مسلک ہے؟

شیخُ الاسلام نے اس کا مبسوط و مفصل جواب دیا(یہ جواب"العقيدة الحموية الكبرىٰ"کے نام سے مشہور ہے، یہ تقریباً50صفحہ کا رسالہ ہے، جو"مجموعة الرسائل الكبرىٰ"میں شامل ہے اور 1323ہجری میں مصر سے شائع ہوا ہے)صفات کے بارہ میں صحابہ، تابعین، ائمۂ مجتہدین، متکلمین، متقدمین(امام ابوالحسن اشعری، قاضی ابوبکر الباقلانی، اورامام الحرمین تک) کا مسلک ان کے اقوال اور ان کی تصانیف سے بیان کیا، اور ان کی کتابوں کے اقتباسات سے ثابت کیا کہ سب حضرات ان صفات پر ایمان لانا ضروری سمجھتے ہیں، ان کی وہ حقیقت تسلیم کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی شان کے مطابق اور اس کی ذات (ليس كمثله شيءٌ)کے لائق اور تشبیہ و تجسیم نیز نفی و تعطیل سے منزّہ اور پاک ہے، یعنی نہ تو ان صفات کو مخلوق کی صفات پر قیاس کرتے ہیں، نہ تنزیہ و تقدیس کے غلو و افراط میں ان کی نفی اور ان کا انکار کرنے لگتے ہیں، نہ ان کی ایسی تاویل کرتے ہیں، جس سے وہ حقیقت سے دور اور محض کنایہ اور مجاز بن کر رہ جائیں، بلکہ جس طرح خود اس کی ذات اور اس کی صفاتِ سبعہ(حیاۃ، علم، قدرت، سمع، بصر، کلام، ارادہ) پر ایمان لاتے ہیں، اور ان کی وہ حقیقت تسلیم کرتے ہیں، جو ذاتِ الٰہی اور شانِ خداوندی کے لائق ہے، اسی طرح الفاظِ منصوص، وجہ، ید، غضب و رضاء، في السماء علی العرش، فوق کو بھی حقیقۃً بلا کسی تاویل کے تسلیم کرتے ہیں اور ان کی وہ حقیقت ثابت کرتے ہیں، جو اس منزہ و مقدس ذات اور بے چوں و بیچگوں و بے مثال و بے قیاس ہستی کے شایانِ شان ہے، ان دونوں قسم کی صفات میں ان حضرات کا مسلک اور رویہ علیٰحدہ علیٰحدہ اور متضاد نہیں ہے، اور جس طرح حیات، علم، قدرت وغیرہ پر ایمان لانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ مخلوقات اور محدثات کی سی کمزور حیات اور ان کا

محدود ومستعار علم اور ناقص قدرت مراد ہے، اور نہ ان صفات کی حقیقت پر ایمان لانے والے کو ''مجسمہ'' کا خطاب دیا جا سکتا ہے، اسی طرح ''یَدُ اللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡھِمۡ ، وَیَبۡقٰی وَجۡہُ رَبِّکَ ، الرَّحۡمٰنُ عَلَی الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰی ، ءَاَمِنۡتُمۡ مَنۡ فِی السَّمَآءِ'' پر بلا تاویل ایمان لانے سے یہ مطلب نکالنا صحیح نہیں ہے کہ مخلوق وحادث کا سا ''وجہ'' اور ''ید'' مراد ہے، اور اس طرح کی فوقیت ومکانیت مقصود ہے، جو ایک محدود کی دوسرے محدود پر اور ایک جسم کی دوسرے جسم کے ساتھ ہوتی ہے، اور نہ ان صفات کی حقیقت پر ایمان لانے والے کو تجسیم وتشبیہ کا طعنہ دینا درست ہے، اس سلسلہ میں انہوں نے سلفِ اولین اور متکلمین متقدمین کے جو اقوال اور عبارتیں نقل کی ہیں، ان سے اسی مسلک کی تائید ہوتی ہے، وہ کہتے ہیں کہ ''اس کے خلاف نصاً وظاھراً ایک لفظ بھی صحابہ وتابعین وسلف سے ثابت نہیں، ان میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ اللہ آسمان پر نہیں ہے، یا وہ عرش پر نہیں ہے، یا وہ ہر جگہ ہے، اور یہ کہ تمام امکنہ اس کی نسبت سے یکساں ہیں اور یہ کہ نہ وہ عالم میں داخل ہے، نہ اس سے خارج ہے، نہ متصل ہے، نہ منفصل ہے، اور یہ کہ اس کی طرف انگلیوں سے حسّی طور پر اشارہ جائز نہیں، اگر مسلک وہی صحیح ہے، جو نفی کرنے والوں کا ہے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام ہمیشہ اس کے خلاف الفاظ کیوں بولتے رہے، اور حق کے اظہار سے ساری عمر کیوں خاموش رہے؟ یہاں تک کہ یہ ایرانی اور رومی اور یہود وفلاسفہ کے پروردہ آئیں اور امت کو صحیح عقیدہ کی تعلیم کریں۔

پھر انہوں نے ثابت کیا کہ متکلمین متاخرین کچھ تو فلسفۂ یونان کے اثر سے اور کچھ تنزیہ کے جوش وغلو میں ان صفات کی ایسی تاویل کرنے لگے کہ جو حقیقتِ لغوی، فہمِ صحابہ اور نصوصِ حدیث سے بہت دور جا پڑی، اور جس کی سرحد نفی وتعطیل سے ملنے لگی، اس سلسلہ میں وہ علمائے سلف، ائمہ سنت، اور خود متکلمین متقدمین کے مسلک سے دور ہو گئے، یہاں تک کہ وہ سلف کے متعلق ایسے لفظ بولنے لگے، جس سے ان کے علم کی تحقیر

ہوتی ہے، جو بہت احتیاط سے کام لیتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ سلف کا طریقہ زیادہ مامون و بے خطر، مگر خلف کا طریقہ زیادہ علمی اور پُر از حکمت ہے، یہ سب سلف کی حقیقت اور مقام سے نا آشنائی کا نتیجہ اور ناواقفیت کی دلیل ہے، اصل علم سلف کو حاصل تھا، بھلا وارثینِ انبیاء، نائبینِ رسل، حاملینِ کتاب وسنت سے معرفتِ الٰہی اور اسماء وصفات کے فہم میں وہ لوگ کیا مقابلہ کر سکتے ہیں، جو مدعیانِ فلسفہ کے چوزے بچے اور ہند و یونان کے خوانِ نعمت کے زلّہ ربا ہیں، فلاسفہ و متکلمین کے آخری اقوال اور دنیا سے کوچ کرنے کے وقت کے مقولے بتلاتے ہیں کہ وہ اپنی موشگافیوں پر نادم، عالمِ حیرت میں سرگرداں اور اپنی ناکامی و بے حاصلی پر ماتم کناں تھے، ان میں سے بعض نے کہا ہے کہ ''ہماری ساری عمر کا اندوختہ قیــل و قـــال کے سوا کچھ نہیں'' کسی نے کہا کہ ''دریائے ناپیدا کنار میں غوطے لگائے، اہلِ اسلام کے علوم کو چھوڑ کر بیاباں کی خاک چھانی، اب یہ حال ہے کہ اگر لطفِ خداوندی نے دستگیری نہ کی، تو میں کہیں کا نہ رہا، گواہ رہنا کہ اپنی ماں کے عقیدہ پر مر رہا ہوں''

یہ فتویٰ ایک مستقل علمی رسالہ ہے، جس میں شیخُ الاسلام کی علمی و تصنیفی خصوصیات پوری موجود ہیں، روانی، قوتِ استدلال، خطابت، قرآن وحدیث سے حسنِ استشہاد، جدتِ اسلوب، عقلِ عام سے اپیل، برجستگی و بے تکلفی، تاریخی معلومات، متکلمین وفلاسفہ پر بے باک تنقید، یہ سب وہ خصوصیات ہیں کہ جو اس زمانہ کی عام تصانیف بالخصوص فتاویٰ میں (جو عموماً فقہی واصطلاحی زبان میں لکھے جاتے تھے) ناپید ہیں (تاریخ دعوت وعزیمت، حصہ دوم، ص۴۳ الی ۴۶، سوانح شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ، ناشر: مجلس نشریاتِ اسلام، کراچی)

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اسی ضمن میں مزید فرماتے ہیں کہ:

ان (علامہ ابنِ تیمیہ) کی مخالفت کا ایک قوی سبب یہ ہے کہ انہوں نے اس طرزِ کلام اور صفات ومتشابہات کی تاویل کے اس طریقہ کی مخالفت کی، جو ''عقیدۂ اشعریہ'' بلکہ عقیدۂ اہلِ سنت کے نام سے موسوم تھا، اور اس سے عدول یا تو جہالت پر محمول کیا جاتا

تھا، یا مخالفتِ اہلِ سنت پر، اوپر تفصیل کے ساتھ گزر چکا ہے کہ امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے اس سے پوری جرائت وقوت کے ساتھ اختلاف کیا، اور صفات کے بارے میں صحابہ وتابعین، ائمۂ مجتہدین، متکلمین، متقدمین امام ابو الحسن اشعری، قاضی ابو بکر الباقلانی اور امامُ الحرمین تک کا مسلک ان کے اقوال اور ان کی تصانیف سے بیان کیا، اور ان کی کتابوں کے اقتباسات سے ثابت کیا کہ سب حضرات ان صفات پر ایمان لانا ضروری سمجھتے ہیں، ان کی وہ حقیقت تسلیم کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی شان کے مطابق اور اس کی ذات (لیس کمثلہٖ شیء) کے لائق اور تشبیہ وتجسیم نیز نفی وتعطیل سے منزہ اور پاک ہے، وہ دعوے سے کہتے ہیں کہ اس کے خلاف نصّاً وظاہراً ایک لفظ بھی صحابہ وتابعین وسلف سے ثابت نہیں۔

اس وقت تمام عالمِ اسلام پر اشعری العقیدہ علماء ومتکلمین کا اثر تھا، امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کا یہ اختلاف، جو خالص علمی بنیادوں پر تھا، ایک بدعت اور ''یتبع غیر سبیل المؤمنین'' کا مرادف سمجھا گیا، اور ان پر تجسیم کا الزام لگایا گیا، اس وقت چونکہ تاویل ہی پر زور دیا جارہا تھا، اس لیے ان کا سارا زورِ قلم اسی کے مقابلہ میں صرف ہوا، تاویل کی تردید میں ان کی اس بلند آہنگی سے لوگوں کو ان پر تجسیم کا شبہ ہوا، اس سلسلہ میں یہاں تک غلو کیا گیا کہ ان کی طرف وہ روایات منسوب کی گئیں، جن سے ان کا صاف صاف فرقۂ مجسمہ میں ہونا ثابت ہوتا ہے، مثلاً یہ کہ وہ جامع اموی دمشق میں خطبہ دے رہے تھے، انہوں نے منبر کے ایک زینہ سے دوسرے زینہ پر قدم رکھا، اور کہا کہ جس طرح میں نے نزول کیا ہے، بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ نزول فرماتا ہے۔[1]

امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے اور ان کے تلامذہ نے اس الزام کی پُرزور تردید کی ہے، اور

[1] یہ روایت ابنِ بطوطہ نے ایک چشم دید واقعہ کے طور پر اپنے سفرنامہ میں لکھی ہے، راقم سطور نے علامۂ شام شیخ بھجۃ البیطار سے اس کا ذکر کیا، تو انہوں نے فرمایا کہ تاریخی حیثیت سے یہ روایت بالکل بے بنیاد ہے، خود ابنِ بطوطہ ذکر کرتا ہے کہ وہ دمشق رمضان 726 ہجری میں آیا ہے، اور یہ بات مسلم ہے کہ شیخُ الاسلام شعبان 726 ہجری میں محبوس ہو چکے تھے، پھر ابنِ تیمیہ کبھی بھی جامع اموی کے خطیب نہیں رہے، اس زمانہ میں جامع اموی کے خطیب شیخ جلال الدین قزوینی تھے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یا تو ابنِ بطوطہ کو اشتباہ ہوا، یا غلط بیانی سے کام لیا۔ ابوالحسن۔

بار بار کہا ہے کہ جس طرح وہ تعطیل کے منکر ہیں، اسی طرح وہ تجسیم کے دشمن ہیں، پھر بھی تاویل کے خلاف انہوں نے ضرورۃً جس شدومد سے لکھا اور کہا ہے، اس کو مخالفین نے تجسیم کے ثبوت میں پیش کیا ہے، بہت سے علماء اوران کے متبعین کی مخالفت کے اسباب میں سے ایک قوی سبب یہ بھی تھا، اور حقیقت یہ ہے کہ تاویل وتجسیم کے درمیان کا یہ راستہ اتنا ہی نازک ہے کہ ہر شخص کی گرفت میں آنا مشکل ہے، پھر جبکہ حنابلہ اور منکرین تاویل میں سے متعدد اشخاص ''تجسیم'' کی سرحد میں داخل ہو گئے، امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ پر ''تجسیم'' کا الزام لگنا خلافِ قیاس اور مستبعد نہیں، اگر چہ واقعہ یہ ہے کہ وہ اس الزام سے بالکل بریٔ ہیں (تاریخ دعوت وعزیمت، حصہ دوم، ص۱۵۳، ۱۵۴، سوانح شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ، ناشر: مجلس نشریاتِ اسلام، کراچی)

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اسی ضمن میں مزید فرماتے ہیں کہ:

ابنِ تیمیہ کے ساتھ شروع سے ان کے معاصرین اور بعض متعصبین کا جو معاملہ رہا ہے، اس کی بناء پر یہ بات قطعاً محلِ تعجب نہیں کہ ان کی طرف بھی اقوالِ کفریہ اور اہانت آمیز مضامین کا ایک طومار منسوب کر دیا گیا ہو، اور بہت سے مخلصین اور اہلِ حمیت علماء اس سے متأثر ہو کر ان کی مخالفت بلکہ تضلیل وتکفیر پر آمادہ ہو گئے ہیں، خود آٹھویں صدی کے آخر اور نویں صدی کی ابتداء میں متعصبین ومخالفین کا ایک گروہ اس بارے میں اتنا غلو اختیار کر چکا تھا کہ وہ اس کا فتویٰ دیتا تھا کہ ''جو ابنِ تیمیہ کو شیخُ الاسلام کہے، وہ کافر ہے'' اس کی تردید اور ان کی صداقت وعظمت اور امامت کے ثبوت میں حافظِ شام شمسُ الدین الشافعی (متوفیٰ: 842ہجری) نے اپنی مشہور کتاب ''**الرد الوافر علیٰ من زعم ان من سمی ابن تیمیة شیخ الاسلام کافر**'' لکھی، جس میں ستاسی (87) اکابرو مشاہیر علماء وائمہ ٔفن کی رائے اور تأثرات واعترافات اور ان کی عظمت وامامت کے متعلق ان کی شہادتیں نقل کیں، اس کتاب پر جس میں حافظ ابنِ حجر عسقلانی اور علامہ عینی نے تقریظیں لکھیں، اور ان کی تائید اور شیخُ الاسلام کی دل کھول کر تعریف وتحسین کی

اور ظاہر کیا کہ وہ بلا شبہ صحیح العقیدہ سنّی المسلک اور مسلّم شیخُ الاسلام تھے، علامہ عینی نے یہاں تک لکھا کہ ”من نسبه الى الزندقة فهو زنديق وقد سارت تصانيفه الى الآفاق وليس فيها شئ مما يدل على الزيغ والشقاق “(جوان پر زندقہ کا الزام لگائے، وہ خود ملحد وزندقہ ہے، ان کی تصنیفات دنیا میں پھیل گئی ہیں، ان میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے، جو ضلالت اور مخالفتِ اہلِ سنت پر دلالت کرے)

معلوم ہوتا ہے کہ یہ سلسلہ برابر جاری رہا، اور ان بے اصل اقوال ونقول کی نقل درنقل ہوتی رہی اور لوگ اس سے متاثر ہو کر ان کے خلاف قلم اٹھاتے رہے، اس سلسلہ میں سب سے پیش پیش دسوی صدی ہجری کے مشہور عالم اور مصنف علامہ ابنِ حجر مکی ہیں، جنہوں نے ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کے خلاف بہت سخت فتویٰ لکھا، اور ان کے متعلق ان کے قلم سے ”عبد خذله اللّٰه تعالىٰ واضله واعماه واصمه واذلّه“ جیسے الفاظ نکلے۔

لیکن اسی فتوے کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ خود علامہ ابنِ حجر نے ابنِ تیمیہ کی کتابیں نہیں پڑھی تھیں، اور ان کی معلومات ذاتی اور براہِ راست نہ تھیں، ان کا سارا اعتماد اور فتویٰ کی بنیاد ان منقولات ومشہورات پر ہے، جو اس زمانہ میں ان کے مخالفین اپنی کتابوں میں نقل کرتے اور اپنی مجلسوں میں ذکر کرتے تھے، وہ اسی فتویٰ میں شیخُ الاسلام کے کلامی وفقہی تفردات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں ”وقال بعضهم ومن نظر الىٰ كتبه لم ينسب اليه اكثر هٰذه المسائل “(بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ جس شخص نے ان کی کتابوں کا براہِ راست مطالعہ کیا ہے، وہ مذکورہ بالا مسائل میں اکثر کی نسبت ان کی طرف صحیح نہیں مانتا) فتوے کے آخر میں اپنا ترددان الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں ”فان صحّ عنه مكفرا و مبتدع يعامله اللّٰه تعالىٰ بعدله والا يغفر اللّٰه لنا وله “(اگر ان سے کوئی عقیدہ ثابت ہو گیا، جو موجبِ کفر، یا بدعت ہے، تو اللہ اپنے عدل کے ساتھ ان سے معاملہ کرے، ورنہ ہماری اور ان کی بخشش فرمائے)

اس فتویٰ کا جواب اورابنِ تیمیہ اورابن حجر کا فاضلانہ محاکمہ، بغداد کے مشہور علمی خاندان کے رکن، فخرِ عراق علامہ محمود آلوسی صاحبِ ''روحُ المعانی'' کے نامور فرزند علامہ خیر الدین نعمان آلوسی زادہ نے اپنی ضخیم تصنیف ''جلاء العینین فی محاکمة الاحمدین'' میں کیا ہے، اور علامہ موصوف کے ایک ایک لفظ کا مفصل جواب دیا ہے، اور ثابت کیا ہے کہ ان منقولات کا ایک حصہ تو بالکل بے اصل اور بے بنیاد اور افتراءِ محض ہے، اور شیخُ الاسلام کی کتابوں میں بالکل اس کے خلاف اور برعکس تصریحات اور بیانات ملتے ہیں، ایک حصہ (جو بہت ہلکا) ہے، وہ تفصیل کا محتاج ہے، اس کی یا تو وہ حقیقت نہیں، جو بیان کی گئی ہے، یا وہ اس میں متفرد نہیں، اس کے علاوہ انہوں نے اس کتاب میں شیخُ الاسلام کی سیرت اور حالات کا بھی ایک گراں قدر اور قیمتی ذخیرہ جمع کر دیا ہے۔

ابنِ حجر مکی کے بعد سے اس وقت تک علمائے محققین اور وسیعُ النظر اور منصف مصنفین علامہ ابنِ حجر سے اس بارے میں اپنا اختلاف ظاہر کرتے رہے، اور اپنی تصنیفات و رسائل میں شیخُ الاسلام ابنِ تیمیہ کی برائت اور ان کی عظمت اور علوِ مرتبت کا اظہار کرتے رہے، خود علامہ ابنِ حجر مکی کے شاگردِ رشید ملا علی قاری کو شیخُ الاسلام کے بارے میں اپنے استاد کی رائے سے اختلاف ہے، وہ اپنی تصنیفات میں بڑے بلند تعریفی کلمات میں ان کا ذکرِ خیر کرتے ہیں، شرح شمائل ترمذی اور ''مرقاة'' شرحِ مشکاة میں لکھتے ہیں:

ومن طالع شرح منازل السائرين تبين له أنهما كانا من أهل السنة والجماعة، بل ومن أولياء هذه الأمة.

''جو شخص ''منازل السائرین'' کی شرح (مدارجُ السالکین) کا مطالعہ کرے گا، اس پر واضح ہوجائے گا کہ ابنِ تیمیہ اور ابنِ قیم اہلِ سنت والجماعت کے اکابر اور اس امتِ محمدی کے اولیاءاللہ میں سے تھے''

www.idaraghufran.org

آخر میں امامُ المتاخرین شیخُ الاسلام شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخُ الاسلام ابنِ تیمیہ کی طرف سے پُر زور دفاع کیا ہے، اور صاف لکھا ہے کہ وہ نہ صرف سنی العقیدہ اور سلفی المسلک عالم تھے، بلکہ شریعت کے بہت بڑے ترجمان اور وکیل اور کتاب وسنت کے مخلص خادم اور امتِ محمدیہ کے ایک جلیلُ القدر عالم تھے، ان کا وجود، نوادر روزگار میں سے تھا، جو صدیوں میں پیدا ہوتا ہے، جن لوگوں نے ان کی مخالفت اور ان کا تعقب کیا ہے، ان کو علم ونظر میں ان سے کوئی نسبت نہیں ہے، شاہ صاحب حاملینِ کتاب وسنت اور علمائے اسلام کی تعدیل فرماتے ہوئے اور حدیثِ مشہور ''یحمل هذا العلم من كل خلف عدوله''(اس علم کتاب وسنت کے حامل، ہر نسل میں سے عادل لوگ ہوں گے) سے استدلال کرتے ہوئے شیخ الاسلام کے متعلق فرماتے ہیں:

وعلى هذا الاصل اعتقدنا فى شيخ الاسلام ابنِ تيمية رحمه اللّٰه تعالٰى فانا قد تحققنا من حاله أنه عالم بكتاب اللّٰه ومعانيه اللغوية والشرعية وحافظ لسنة رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم وآثار السلف عارف لمعانيهما اللغوية والشرعية ، استاذفى النحو واللغة محرر لمذهب الحنابلة فروعه واصوله فائق فى الذكاء ذولسان وبلاغة فى الذب عن عقيدة اهل السنة لم يؤثر عنه فسق ولا بدعة ، اللهم الا هذه الامور التى ضيق عليه لاجلها وليس شيئ منها الا ومعه ودليله من الكتاب والسنة وآثار السلف فمثل هذا الشيخ عزيز الوجود فى العلم، ومن يطيق ان يلحق شاؤه فى تحريرى وتقريره ، والذى ضيقوا عليه ما بلغوا معشار ما اتاه اللّٰه تعالٰى وان كا تضئيقه ذلک ناشيئا من اجتهاد ومشاجرة العلماء فى مثل ذلک ما هى الا كمشاجرة الصحابة رضى اللّٰه تعالٰى عنهم فيما بينهم والواجب فى ذلک كشف اللسان الا بخير.

www.idaraghufran.org

''اسی بنیاد پر ہم شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ کے بارے میں عقیدہ رکھتے ہیں، ہم پر ان کے حالات سے ثابت ہو چکا ہے کہ وہ کتابُ اللہ کے عالم اس کے لغوی اور شرعی معانی سے بخوبی واقف، نحو ولغت میں ماہر، مذہبِ حنابلہ کے فروع واصول کی تنقیح وتدوین کرنے والے، ذکاوت میں یگانہ، بڑے زبان آور اور عقیدہ اہلِ سنت کی حمایت ومدافعت میں بڑے فصیح وبلیغ تھے...............

ان سے کوئی فسق، یا بدعت کی بات ثابت نہیں ، بس یہی چند مسائل ہیں، جن کے بارے میں ان کے ساتھ سختی کی گئی، ان میں بھی کوئی ایسا مسئلہ نہیں، جس کے بارے میں ان کے پاس کتاب وسنت وآ ثارِ سلف میں سے کوئی دلیل نہ ہو، ایسے فاضل کی نظیر علم میں ملنی مشکل ہے، اور کس کی مجال ہے کہ تحریر وتقریر میں ان کے پایہ کو پہنچے، اور جن لوگوں نے ان پر تشدد کیا، ان کو ان سے ان کے کمالات وخصوصیات میں کوئی نسبت نہیں تھی، اگر چہ یہ تشدد ایک اجتہادی امر تھا، علماء کا اختلاف اس بارے میں مشاجراتِ صحابہ ہی کی طرح ہے، اس میں مناسب یہی ہے کہ زبان کو روکا جائے، اور خیر کے سوا کچھ منہ سے نہ نکالا جائے''

شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ کے اس تزکیہ وشہادت اور اِن بلند توصیفی کلمات کے بعد کسی ایسے عالم، یا مصنف کی جرح، جس کی ابنِ تیمیہ کے آفاقِ علم وفکر تک رسائی نہ ہو، کوئی علمی وزن نہیں رکھتی، حکیم الاسلام شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے جو تبحرِ علمی، تنوعِ کمالات، مجتہدانہ فکر ونظر، اختلافات میں مسلکِ اعتدال اور علمائے اسلام کی مرتبہ شناسی کا ملکہ عطاء فرمایا تھا، اس کے بعد ان کا قول اس بارے میں قولِ فیصل ہے۔ ع

''داستانِ فصلِ گل خوش می سراید عندلیب''

(تاریخ دعوت وعزیمت، حصہ دوم، ص ۱۵۸ الیٰ ۱۶۴، سوانح شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ، ناشر: مجلس نشریاتِ اسلام، کراچی)

عبرت کدہ حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام: قسط 74 مولانا طارق محمود

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَ بْصَارِ﴾

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

بنی اسرائیل کی نافرمانی کا انجام

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعاء قبول فرمائی اور فرمایا کہ اب یہ لوگ اس سرزمین سے محروم کردیئے گئے، نہ صرف یہ کہ یہ لوگ ’’ارضِ مقدس‘‘ نہ جاسکیں گے۔ بلکہ اب اگر یہ اپنے وطن مصر کی طرف لوٹنا چاہیں گے، تو وہاں بھی نہ جاسکیں گے، اور بنی اسرائیل کی اس نافرمانی کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے یہ سزا دی کہ چالیس سال تک ’’ارضِ مقدس‘‘ میں ان کا داخلہ بند کردیا گیا، یہ لوگ صحرائے سینا کے ایک مختصر وبیابان علاقے میں مارے مارے پھرتے رہے، اور بھٹکتے رہے، نہ آگے بڑھنے کا راستہ ملتا تھا، نہ پیچھے مصر واپس جانے کا، حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت یوشع اور حضرت کالب بھی ان لوگوں کے ساتھ تھے، اور انہی کی برکت اور دعاؤں سے اللہ تعالیٰ کی بہت سی نعمتیں ان پر نازل ہوئیں، جن کا ذکر آگے آتا ہے کہ بادل کے سائے نے انہیں دھوپ سے بچایا، کھانے کے لئے من وسلوی نازل ہوا، پینے کے لئے پتھر سے بارہ چشمے پھوٹے، وغیرہ۔ [1]

قرآن مجید کی سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً يَتِيْهُوْنَ فِي الْاَرْضِ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ (سورة المائدة، رقم الآية ٢٦)

[1] قوله تعالى: فإنها محرمة عليهم أربعين سنة يتيهون فى الأرض الآية، لما دعا عليهم موسى عليه السلام حين نكلوا عن الجهاد حكم الله بتحريم دخولها عليهم مدة أربعين سنة فوقعوا فى التيه يسيرون دائما لا يهتدون للخروج منه وفيه كانت أمور عجيبة وخوارق كثيرة من تظليلهم بالغمام وإنزال المن والسلوى عليهم، ومن إخراج الماء الجارى من صخرة صماء تحمل معهم على دابة، فإذا ضربها موسى بعصاه انفجرت من ذلك الحجر اثنتا عشرة عينا تجرى لكل شعب عين، وغير ذلك من المعجزات التى أيد الله بها موسى بن عمران .وهناك نزلت التوراة وشرعت لهم الأحكام(تفسير ابنِ كثير، ج٣ص ١٧، سورة المائدة)

یعنی ’’اللہ نے کہا کہ اچھا تو وہ سرزمین ان پر چالیس سال تک حرام کردی گئی ہے، یہ (اس دوران) زمین میں بھٹکتے پھریں گے، تو (اے موسیٰ) اب تم بھی ان نافرمان لوگوں پر ترس مت کھانا‘‘۔

حضرت موسیٰ کی جدائی کی دعاء حسی اور ظاہری طور پر تو قبول نہ ہوئی، البتہ معناً جدائی ہوگئی کہ وہ سب تو عذاب الٰہی میں گرفتار ہوکر حیران وسرگرداں پھرتے تھے، اور حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام پیغمبرانہ اطمینان اور پورے قلبی سکون کے ساتھ اپنے منصب ارشاد واصلاح پر قائم رہے، اس کی مثال ایسی ہی ہے کہ کسی بستی یا علاقہ میں عام وبا پھیل جائے، اور ہزاروں بیماروں کے مجمع میں دو، چار تندرست اور قوی القلب ہوں، جو اِن کے چارہ جوئی اور علاج ومعالجہ میں مشغول رہیں، یا جس طرح کسی ہسپتال میں مریض تو تکلیف کا شکار ہوتے ہیں، لیکن ڈاکٹر ان کا علاج کرنے سے سکون حاصل کرتے ہیں۔

چنانچہ بنی اسرائیل کو چالیس سال اسی صحرا نوردی میں گزارنا پڑے، اور چالیس سال تک زمین کے ایک قطعہ جگہ میں گھومتے رہے، صبح کو جہاں سے چلتے تھے، شام کو وہیں کھڑے ہوئے تھے، اس عرصہ میں ان کی ایک نسل مرگئی، وران کی جگہ نئی پود نے لی، جنہوں نے آزاد آب وہوا میں پرورش پائی، جس سے ان میں لڑنے کی جرأت، پرانے لوگوں کی بنسبت زیادہ پائی جاتی تھی، آخری ایام میں حضرت ہارون اور حضرت موسیٰ کی بھی وفات ہوگئی اور بنی اسرائیل ان کی قیادت سے محروم ہوگئے، البتہ حضرت موسیٰ اپنی وفات سے پہلے بنی اسرائیل کو لے کر شہر ’’اریحا‘‘ کے قریب پہنچ گئے تھے، جہاں سے فلسطین کی سرحد شروع ہوجاتی ہے، حضرت موسیٰ کی وفات کے بعد بنی اسرائیل کی نئی نسل یوشع بن نون کی قیادت میں آگے بڑھی، اور اس نے ’’ارضِ مقدس‘‘ کو فتح کرلیا۔ [1]

[1] والمقصود أن موسى عليه السلام، لما انفصل من بلاد مصر وواجه بلاد بيت المقدس وجد فيها قوما من الجبارين، من الحيثانيين والفزاريين والكنعانيين وغيرهم.

فأمرهم موسى عليه السلام بالدخول عليهم ومقاتلتهم، وإجلائهم إياهم عن بيت المقدس، فإن الله كتبه لهم، ووعدهم إياه على لسان إبراهيم الخليل، وموسى الكليم الجليل.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس آیت میں حضرت موسیٰ کو بھی ہدایت فرمائی گئی کہ آپ نے ان لوگوں کی سزا وانجام پر افسوس نہیں کرنا کیونکہ یہ اسی انجام کے لائق تھے، اور یہ ان کے اپنے ہی عمل وکردار کا نتیجہ تھا، اس سے اس شفقت اور ہمدردی کا بھی اندازہ کیا جاسکتا ہے جو حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کو اپنی امتوں سے ہوتی ہے کہ اللہ پاک ان کو اس طرح غم اور افسوس نہ کرنے کی تلقین وہدایت فرماتا ہے، تاکہ امت کی بے راہ روی پر ان کو فرطِ شفقت کی وجہ سے خواہ مخواہ غم اور تکلیف نہ اٹھانا پڑے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فأبوا ونكلوا عن الجهاد، فسلط الله عليهم الخوف، وألقاهم فى التيه، يسيرون ويحلون ويرتحلون ويذهبون ويجيئون، فى مدة من السنين طويلة هى من العدد أربعون.........

"قال فإنها محرمة عليهم أربعين سنة يتيهون فى الارض فلا تأس على القوم الفاسقين "عوقبوا على نكولهم بالتيهان فى الارض، يسيرون إلى غير مقصد، ليلا ونهارا وصباحا ومساء.

ويقال إنه لم يخرج أحد من التيه ممن دخله، بل ماتوا كلهم فى مدة أربعين سنة، ولم يبق إلا ذراريهم، سوى يوشع وكالب عليهما السلام(قصص الانبياء لابنِ كثير، ج٢،ص٩٦ الى ١٠٢)

www.idaraghufran.org

طب وصحت حکیم مفتی محمد ناصر

انجیر

انجیر ایک مشہور پھل ہے، جو تازہ پھل اور خشک میوے، دونوں صورتوں میں کھایا جاتا ہے۔

اسے عربی میں ''تِیْن'' اور انگریزی میں ''FIG'' کہتے ہیں۔

قرآن مجید میں انجیر کا ذکر آیا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے انجیر کی قسم کھائی ہے، اور اسی کے نام پر قرآن مجید کی سورۃ التین ہے۔

چنانچہ سورہ والتین میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ (سورة التين، رقم الآية ۱)

ترجمہ: قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی (سورہ تین)

اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں انجیر اور زیتون کی قسم کھانے سے، ان پھلوں کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں انجیر کے پھل کی افادیت وغیرہ سے متعلق بہت کم ذکر ملتا ہے، جس کی وجہ بعض محدثین نے یہ بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں مکہ اور مدینہ کی سرزمین پر انجیر کی پیداوار نہیں تھی، البتہ ابونعیم اصبہانی نے اپنی کتاب ''الطبُ النبوی'' میں انجیر سے متعلق حضرت ابوذر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما کی سندوں سے مروی دو احادیث روایت کی ہیں، مگر بعض اہلِ علم نے ان کی سند میں مجہول راوی بتلائے ہیں۔ [۱]

---

[۱] عَن أَبِی ذر قال: أهدى إلى النبى صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسلَّم طبق من تين فقال لأصحابه: كلوا التين فلو قلت إن فاكهة نزلت من الجنة بلا عجم لقلت هى التين وقال النبى صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسلَّم: إنه يذهب بالبواسير وينفع من النقرس (الطب النبوى لابى نعيم الاصفهانى، رقم الحديث ۲۶۷، باب فى النقرس)

عَن أَبِی هُرَيرة قال: أهدى إلى رسول الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسلَّم طبق فيه تين فأكل وقال لأصحابه: كلوا التين فلو قلت: إن فاكهة نزلت من الجنة بلا عجم لقلت هى التين كلوه فإنه يقطع البواسير وينفع من النقرس (الطب النبوى لابى نعيم الاصفهانى، رقم الحديث ۲۶۸، باب فى النقرس)

رواه الثعلبى وابو نعيم فى الطب من حديث ابى ذر بإسناد مجهول (التفسير المظهرى، سورة التين، تحت رقم الآية ۱)

www.idaraghufran.org

انجیر کا مزاج وخواص [1]

انجیر نہایت مفید پھل ہے،اس میں کافی غذائیت پائی جاتی ہے،انجیر خون کی مقدار کو بڑھاتا ہے،اس کے مستقل استعمال سے بدن موٹا اور چہرے کی رنگت نکھرتی ہے۔

کھانا کھانے کے بعد انجیر کے چند دانے کھانے سے غذائیت حاصل ہونے کے علاوہ یہ فائدہ بھی حاصل ہوتا ہے کہ قبض نہیں رہتی، اور بواسیر کو ختم کرتی ہے، اس کے علاوہ گیس اور ریاح کو بھی ختم کرتی ہے،البتہ انجیر کا زیادہ استعمال بعض اوقات دَست آور بن جاتا ہے۔

انجیر جسمانی حرارت پیدا کرتی ہے،جگر کو قوت دیتی ہے، پیشاب قطرہ قطرہ آتا ہو،تو اس کے لئے بھی انجیر کا استعمال فائدہ مند ہوتا ہے۔

کھانسی اور دمے میں بھی انجیر کے استعمال سے فائدہ ہوتا ہے،اور انجیر بلغم خارج کرنے میں مدد دیتا ہے، نیز انجیر کے استعمال سے گلے اور سینے کی خشکی دُور ہوتی ہے،اطباء نے پھیپھڑوں کے تمام امراض کے لئے انجیر کو مفید قرار دیا ہے، چنانچہ کھانسی میں انجیر کا شربت یا جوشاندہ پلانا مفید ہے، انجیر کا شربت محض انجیر کو پانی میں رات بھر بھگو کر رکھنے اور صبح کو چھان لینے سے بھی حاصل ہوسکتا ہے،اور اس کے علاوہ بعض اطباء کے معمولات میں سے ہے کہ زرد انجیر اور گلاب کے تازہ پھول، دونوں اشیاء پچاس پچاس گرام آدھا کلو پانی میں جوش دے کر رات اسی طرح رکھا رہنے دیں،اور صبح کو مل چھان کر بقدرِ ضرورت چینی یا شکر ڈال کر محفوظ کرلیں، یہ شربت سانس کی نالیوں کو کھولتا ہے،اور پیاس بجھاتا ہے،اور طبیعت میں فرحت اور تازگی لاتا ہے۔

---

[1] انجیر کے مزاج کے بارے میں علامہ ابنِ قیم نے الطب النبوی میں لکھا ہے کہ انجیر کے گرم ہونے پر اطباء متفق ہیں، البتہ گرم ہونے کے ساتھ خشک یا تر ہونے میں اطباء کے دونوں طرح کے قول ہیں، کتاب المفردات اور کئی اطباء نے انجیر کا مزاج گرم تر بدرجہ دوم لکھا ہے، جبکہ حکیم اشرف شاکر صاحب نے انجیر کا مزاج تر گرم لکھا ہے،اور حکیم فیض محمد فیض صاحب نے اپنی تحقیق کے مطابق انجیر کا مزاج خشک سرد لکھا ہے۔اشیاء کے مزاجوں کی بحث کیونکہ اطباء کا خاص موضوع ہے،اور ان کے تجربات ومشاھدات سے وابستہ ہے، اس لئے اشیاء کے مزاجوں کی تعیین میں عام طور پر اختلاف ملتا ہے،اور اشیاء کے مزاجوں میں اختلاف کی ایک خاص وجہ ماحول، علاقہ اور اشیاء کا طریقۂ استعمال بھی ہے، طبِ نبوی میں زیادہ تر اشیاء کے افعال وخواص بیان ہوئے ہیں، اغذیہ کے مزاجوں کے حوالے سے طبِ نبوی میں بہت کم نشاندھی ملتی ہے، جیسا کے کھجور اور تربوز کا مزاج حدیث میں بیان ہوا ہے، یہ تفصیل پیشِ نظر رکھی جائے، تو طب کا طالبِ علم اشیاء کے مزاجوں میں اطباء کے اختلاف پر تشویش سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

www.idaraghufran.org

اخبارِادارہ مفتی محمد ناصر

ادارہ کے شب وروز

□...... 17 / 24 / جمادی الاخریٰ/اور 2 / 9 / 16 / رجب المرجب 1443ھ، بروز جمعہ متعلقہ مساجد میں وعظ ومسائل کے سلسلے حسبِ معمول ہوئے۔

□...... 19 / 26 جمادی الاخریٰ، اور 4 / 11 / 18 / رجب المرجب 1443ھ، بروز اتوار مدیر صاحب کی اصلاحی مجالس صبح تقریباً ساڑھے دس بجے ادارہ غفران میں منعقد ہوتی رہیں۔

□...... 19 / جمادی الاخریٰ، بروز اتوار، جناب ڈاکٹر الیاس صاحب کے بیٹے جناب یحییٰ صاحب کے بیٹے ولیمے پر چند اراکینِ ادارہ، مدیر صاحب کی معیت میں راولپنڈی میں ایک مقام پر ظہرانے پر مدعو تھے۔

□...... 26 / جمادی الاخریٰ، بروز اتوار، مفتی صاحب مدیر نے، کوہاٹی بازار میں اپنے ایک قدیمی رفیق جناب نادر خان صاحب کے بیٹے، عبدالقادر صاحب کا نکاحِ مسنون پڑھایا، اللہ تعالیٰ زوجین کی ازدواجی زندگی میں برکت عطا فرمائے، آمین۔

□...... 4 / رجبُ المرجب، بروز اتوار جناب حافظ یوسف صاحب نے ادارہ کے اساتذۂ کرام کی ناشتہ میں ضیافت فرمائی۔

□...... 14 / رجبُ المرجب، بروز بدھ، جناب عارف پرویز صاحب کے والد صاحب کا انتقال ہوگیا، اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرتِ کاملہ فرمائے، اور پسِ ماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمین

□...... 15 / رجب بروز جمعرات، مفتی صاحب مدیر کا جناب عارف صاحب کے اہلِ خانہ میں اصلاحی بیان ہوا۔

□...... 26 / جمادی الاخریٰ، بروز اتوار، (30 / جنوری) تعمیرِ پاکستان سکول کے عملہ کا، روات میں ایک مقام پر تفریحی دورہ کے سلسلہ میں جانا ہوا۔

نقشہ اوقاتِ نماز، سحر وافطار (برائے راولپنڈی واسلام آباد شہر)

(مسجدوں، مدرسوں، دفتروں اور گھروں کے لئے یکساں مفید)

جاری کردہ:

ادارہ غفران، چاہ سلطان، راولپنڈی۔ 051-5507270-55075030

www.idaraghufran.org

اخبارِ عالم

مولانا غلام بلال

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات، حادثات وتغیرات

21/جنوری/2022ء/17/جمادی الاخریٰ/1443ھ: پاکستان: لاہور، انارکلی بازار میں بم دھماکہ، بچے سمیت 3افراد جاں بحق، 26 زخمی، صدر وزیراعظم کا اظہار مذمت، رپورٹ طلب 22/جنوری: پاکستان: منی بجٹ، برانڈڈ امپورٹڈ موبائل فونز رجسٹریشن ٹیکسز میں 70ہزار روپے تک اضافہ 23/جنوری: پاکستان: چائلڈ پورنوگرافی کی سزا14سال قید کریں، سزا کے لیے فرانزک رپورٹ حتمی تصور کی جائے، ہائیکورٹ کی حکومت کو ہدایت 24/جنوری: پاکستان: منی بجٹ سے براہ راست بالواسطہ طور پر عام آدمی متاثر ہوگا، ماہرین 25/جنوری: پاکستان: مشیر احتساب شہزاد اکبر کا استعفیٰ منظور 26/جنوری: پاکستان: پاکستان میں کرپشن مزید 16درجے بڑھ کر دنیا بھر میں 140ویں نمبر پر جا پہنچی، فن لینڈ، نیوزی لینڈ، ڈنمارک انتہائی شفاف، امریکہ 27ویں بھارت 85ویں، جنوبی سوڈان کی آخری پوزیشن، ٹرانسپرنسی انٹرنیشنل 27/جنوری: پاکستان: بریگیڈیئر (ر) مصدق عباسی مشیر داخلہ واحتساب مقرر، ڈی جی نیب رہے، عہدہ شہزاد اکبر کے استعفے سے خالی ہوا تھا 28/جنوری: پاکستان: منشیات کیسز میں سزائے موت ختم، خواتین کا پیچھا کرنا جرم قرار، عدالت 9ماہ کے اندر فیصلہ کرنے کی پابند، موبائل فوٹیجز اور ریکارڈنگ بطور شہادت قبول، غیر سنجیدہ مقدمہ بازی میں 10لاکھ روپے تک جرمانہ ہوگا، نئے ضابطہ فوجداری کی تفصیلات 29/جنوری: پاکستان: حکومت سٹیٹ بینک خودمختاری بل منظور کرانے میں کامیاب، اپوزیشن کو سینیٹ میں شکست، اپوزیشن کے 9ارکان غیر حاضر 30/جنوری: پاکستان: فارن انویسٹرز کی 89 کروڑ ڈالر اپنے ممالک منتقلی، غیر ملکی سرمایہ کاری پر منافع کی مد میں رقوم بھجوانے میں برطانیہ اور امریکہ سرِفہرست 31/جنوری: پاکستان: پاکستان اور افغانستان کا سرحدی کراسنگ پوائنٹس پر سہولتیں بڑھانے اور بارٹر تجارت پر اتفاق یکم/فروری: پاکستان: وزیراعظم نے پٹرول قیمتوں میں اضافے کی سمری مسترد کردی 2/فروری: پاکستان: مہنگائی کا نیا طوفان، شرح 2سال کی بلند ترین سطح پر، یوٹیلیٹی سٹورز پر اشیائے ضروریہ مزید مہنگی 3/فروری: پاکستان: IMF نے پاکستان کے لیے ایک ارب ڈالر کی منظوری دے دی، تمام پیشگی شرائط پوری ہونے پر اقتصادی جائزہ کے ساتھ چھٹی قسط کی منظوری دی گئی 4/فروری: پاکستان:

ججوں، سرکاری افسران کو اسلام آباد میں پلاٹ دینے کی سکیم غیر آئینی قرار، اسلام آباد ہائیکورٹ ✍ 5/فروری : پاکستان: آج یوم کشمیر، سینٹ میں بھارتی مظالم کے خلاف اظہارِ یکجہتی کی قرارداد متفقہ منظور ✍ 6/فروری : پاکستان: پنجاب میں دھند برقرار، حادثات میں 1 جاں بحق، 5 زخمی ✍ 7/فروری : پاکستان: سینیٹ طلاق پر بچی 16 بچہ 7 سال تک ماں کے پاس رہے گا، باپ نان ونفقہ کا پابند ہوگا، بل منظور ✍ 8/فروری : پاکستان: وزیراعظم، آرمی چیف کا دورہ نوشکی، ایف سی، رینجرز کی تنخواہیں 15 فیصد بڑھانے کا اعلان، حملہ پسپا کرنیوالے نوجوانوں کو خراجِ تحسین ✍ 9/فروری : پاکستان: الیکشن کمیشن، جھوٹا حلف نامہ جمع کرانے پر فیصل واڈا تاحیات نااہل، مراعات 2 ماہ میں واپس کرنے کا حکم ✍ 10/فروری : پاکستان: پنجاب میں گندم کی اوپن مارکیٹ کریش، گندم 500، میدہ فائن 150، چوکر کی بوری کی قیمت میں 100 روپے کمی ✍ 11/فروری : پاکستان: شرح سود 9.75 فیصد برقرار، مہنگائی بڑھنے کا امکان، معاشی ترقی 4.5 فیصد رہے گی، سٹیٹ بینک ✍ 12/فروری : پاکستان: سٹاک مارکیٹ میں تیزی، انڈکس 46 ہزار پوائنٹس سے اوپر ✍ 13/فروری : پاکستان: سابق وزیراعلیٰ پنجاب شہباز شریف کا صاف پانی منصوبہ شفاف، لاقانونیت، رولز کی خلاف ورزی یا مالی فوائد سامنے نہیں آئے، بریت کا تحریری فیصلہ جاری، احتساب عدالت ✍ 14/فروری : پاکستان: خیبرپختونخوا ری پولنگ، میئر پشاور پر جے یو آئی کامیاب، ڈی آئی خان میں پی ٹی آئی کے عمر گنڈاپور کو برتری ✍ 15/فروری : پاکستان: وفاقی حکومت، پاکستانی شہریوں کی آف شور کمپنیوں سے ٹیکس لینے کا آغاز ✍ 16/فروری : پاکستان: پٹرول ملکی تاریخ کی بلند ترین سطح پر، پٹرول 12.03، ڈیزل 9.35، مٹی کا تیل 10.08 روپے مہنگا ✍ 17/فروری : پاکستان: پنجاب، پہلے مرحلے میں 29 مئی کو 17 اضلاع میں بلدیاتی انتخابات کرانے کا اعلان ✍ 18/فروری : پاکستان: سینیٹ، اکثریت کے باوجود اپوزیشن کو پھر شکست، اوگرا سمیت 3 حکومتی بل منظور ✍ 19/فروری : پاکستان: مہنگائی 0.22 فیصد اضافے سے 18.09 فیصد ہوگئی ✍ 20/فروری : پاکستان: سوشل میڈیا پر بدنام کرنا قابلِ تعزیر جرم، کابینہ نے منظوری دے دی ☎ 53 فیصد پاکستانی وزیراعظم کی مدت مکمل ہونے کے لیے پرامید، 20 فیصد کو حکومتی مدت کی عدمِ تکمیل کا خدشہ، گیلپ کا نیا سروے جاری۔

www.idaraghufran.org